یا محمد ﷺ
ذرّاتِ رسالت
۱۹۹۲ء
المعروف بہ
نظارۂ نور
۱۴۱۲ھ
شاعر سید عزیز الدین رضوان قادری رحیمی
آرٹ..... محمد افضل نفیس

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نذرانہ رسالت
۱۹۹۲ء
المعروف بہ
نظارۂ نور
۱۴۱۲ھ
شاعر سید عزیز الدین رضوان قادری چشتی
محمد افضل نفیس

بسم تعالیٰ

اپنی بات

ہوالظاہر بیان ہے ان کا
سارا عالم مکان ہے ان کا

شان آدم کی پوچھتے کیا ہو
امتیازی نشان ہے ان کا

الحمد اللہ، اللہ تبارک تعالی کا لاکھ لاکھ احسان عظیم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ”ظلوما جھولا“ کے خطاب سے نواز کر خلافت خاص عطاء فرمایا اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں انسان کو ایک ایسا علم عطاء کیا کہ جس پر انسان جس قدر بھی فخر کرے کم ہے۔ اسی علم کی ذرہ برابر تجلی نے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچادیا۔ آج اسی علم خاص کی بدولت انسان کے دل و دماغ روشن ہیں۔۔۔

سب خدا کیا ہے.... سوچتے ہونگے
بندہ کیا ہے.... یہ سوچتا ہوں میں

خود کی تہہ کو.... میں خود پہنچ نہ سکا
ایسا پیچیدہ راستہ ہوں میں

آغاز شاعری۔۔۔* 1947ء جب کہ مجھ بندہ ناپائیدار ذرہ بے مقدار کی عمر تقریباً ۱۴ یا ۱۵ برس کے لگ بھگ رہی ہوگی کہ پولیس ایکشن کا نزول ہوا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اسی دور سے شاعری کا آغاز ہوا۔ الحمد اللہ آج تک یہ ذوق جاری ہے۔ شاعری کے ابتدائی دور میں عشقیہ، مزاحیہ کلام کہے جاتے رہے۔ اسی اثناء میں روزگار کی تلاش

میں اپنے پیارے وطن کوہیر شریف سے ہجرت کر کے حیدرآباد منتقل ہونا پڑا۔ یہاں کے ماحول نے شاعری کو اور کچھ نکھارا۔

کلام کا ذخیرہ جوں جوں بڑھتا گیا کلام کی اصلاح کی فکر محسوس ہوئی۔ حیدرآباد کے مختلف اساتذہ سے رجوع ہوا۔ آخر حضرت مرزا غلام مصطفی رسا (شاگرد داغ دہلوی) کی صحبت خاص سے مشرف ہو کر شاعری کے داؤپیچ سے واقف ہوتا رہا۔

علم معرفت کی جانب رجوع --- * تقریباً ۳۵ برس کی بات ہے کہ ماہنامہ بیسویں صدی میں حضرت ابر احسنی کی غزل نظر سے گزری، جس کا حسن مطلع یوں تھا۔

معراج بندگی کی....وہ کافر اداؤں میں
محسوس بارہا یہ ہوا ہے....خداؤں میں

پڑھ کر ایک دم چونک پڑا۔ فوری استاد محترم کی خدمت میں حاضر ہو کر غزل پیش کی۔ اسی شعر کے تعلق سے پوچھا گیا کہ کہیں یہ شعر خلاف شرع تو نہیں ہے۔ استاد محترم نے فرمایا بابا یہ علم معرفت ہے، جس سے ایمان میں روشنی اور قلب کو سرور حاصل ہوتا ہے۔ اسی فکر میں زندگی کے دن گذرتے گئے۔ اور ایک عرصہ بعد اسلامی کیلنڈر میں ایک شعر جو جلی حرفوں میں لکھا ہوا تھا، نظر سے گذرا۔ شعر یوں تھا---

جو جینا ہو تو پہلے زندگی کا مدعا سمجھے
خدا توفیق دے تو آدمی خود کو خدا سمجھے

علاوہ اس کے.... صوفیاء کرام کے کچھ ایسے اشعار دیکھنے میں آئے....اور بزرگان دین کے کچھ ایسے واقعات مطالعہ میں آئے....اور کچھ ایسے تصوف کے نکات سے سابقہ پڑا ....کہ جس سے راتوں کی نیند حرام ہو گئی، گویا میری جستجو کو چار چاند لگ گئے۔ اب طریقت کی فکر میں کئی ایک مشائخوں سے ملاقات کا شرف حاصل رہا.... بالا آخر تلاش حق کی خاطر حضرت ڈاکٹر محمد نذر محبوب شاہ قادری رح (خلیفہ حضرت سید محمد پاشاہ قادری رح ہلکٹہ شریف) کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہوا۔ تقریباً ۱۵ برس

تک پیر و مرشد کی خدمت میں راہ سلوک طئے کرتا رہا... جستجو اور بڑھتی گئی... کئی ایک قلندروں، صوفیوں، حتی کہ سادھوؤں اور یوگیوں سے بھی سابقہ پڑا اسی دوران... میرے ماموں حضرت احمد حسین صاحب قبلہ رح چشتی نائبی و قلندری سے ملاقات ہوئی... جو حضرت سید غلام رسول صاحب قبلہ رح نائب شہید قلندری و مرزائی کے خلیفہ تھے۔ مسلسل تین دن شب و روز بحث و مباحثہ ہوتا رہا بالآخر ماموں جان کی خواہش اور زیادہ اصرار پر مجھے خلافت سے نوازا گیا۔

اللہ پاک کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اپنے حبیب اکرم کے صدقہ میں... دل کو سکون روح کو راحت اور نفس کو مطمئن کر دیا... اب تک تقریباً (۸۰۰) آٹھ سو غزلیات کہے گئے ہیں... جن میں حمد، نعت، منقبت، نظم، عشقیہ، طنزیہ، دہقانی، دکنی، نسبتی، عرفانی، اور تصوف سبھی اصناف شامل ہیں... زیادہ تر کلام توحید و تصوف پر مبنی ہے... علاوہ اس کے ٹھمریاں، رباعیات، قطعات، بھی موجود ہیں۔

ایک عرصہ دراز سے یہ دلی تمنا تھی کہ اپنے کلام کو منظر عام پر لاؤں... لیکن وقت ساتھ نہ دے سکا۔

میرے معتقدین و مریدین دوست احباب کا زیادہ اصرار رہا کہ کلام چھپ جائے۔ تاکہ اہل طریق اور اہل ذوق کے لئے فائدہ مند ثابت ہو۔ میرے بڑے بہنوائی سرپرست اعلٰی حضرت سید منیر احمد صاحب قبلہ آفیسر اسٹیٹ بنک حیدرآباد حمایت نگر سے تذکرہ کیا گیا۔ جب پر میرے سرپرست اعلٰی نے اپنی رضامندی و خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ و نیز میرے کرم فرما

محترمی و مکرمی حضرت محمد سلطان پٹیل رح چشتی نائبی و مرزائی، محترمی چاند پٹیل چشتی نائبی مرزائی، محترمی معین پٹیل چشتی و نائبی و محترمی خواجہ پٹیل چشتی نائبی و محترمی اکبر پٹیل چشتی نائبی مرزائی و محترمی محمد اعجاز چشتی نائبی مرزائی سجادہ درگاہ منتور شریف، محترمی سید سردار چشتی نائبی و مرزائی و محترمی احمد میاں چشتی و نائبی مرزائی، و محترمی محمد عبدالرشید چشتی القادری مدرس ریلوے اسکول و محترمی محمد عثمان علی چشتی جمعیدار پلیس عنبرپیٹ، محترمی محمد عبدالجلیل چشتی، میکانک مشیرآباد، و محترمی نور میاں (نواب) چشتی میکانک

مشیر آباد، ومحترمی محمد اقبال قریشی لالہ گوڑہ، ودیگر چاہنے والوں کے تعاون سے آج یہ مجموعہ کم آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک ان کے دلوں میں نور عرفان بھر دے۔

(آمین)۔

ونیز یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میرے ہم مشرب وہم خیال میخانہ تصوف کے رند بلا کش، دریائے معرفت کے غواص توحید کے پرستار، حقیقت کے دلدادہ... بزرگان دین کے ثناء خواں.... عاشق رسول جناب م ع ح الحرامی کا بہت احسان مند ہوں کہ جنہوں نے مجھکو ایک وادی گمنام سے نکال کر مرکز توحید پر لا کھڑا کیا... اور جن کی کاؤشوں کی بدولت نظارہ نور کا نظارہ پیش ہے۔

بارگاہ خداوندی میں دعاء گو ہوں کہ اللہ پاک اپنے حبیب کے طفیل میں موصوف کے علم، ایمان عمل اور دل و دماغ میں توحید و معرفت کا نور بھر دے، اور انہیں دین و دنیا میں دولت تصوف سے مالا مال کر دے۔

اعتراض ---* میرے اس توحیدی کلام پر.... ہو سکتا ہے کسی کو کچھ اعتراض ہو.... مگر خدانہ کرے کیونکہ... میں نے تلاش حق و خودی کی جستجو میں کئی ایک بزرگان دین و صوفیائے کرام کی کتب کا مطالعہ کیا ہے.... ہر فرقہ کی کتابوں کا بھی بغور مطالعہ کیا ہے ... حتی کہ بائیبل اور گیتا کو بھی نہیں چھوڑا... محض اس لئے کہ حقیقت کیا ہے.... بفضل تعالی ہر فرقہ میں توحید کی تعلیم ہی پائی گئی... اور توحید کو اہم قرار دیا گیا جب ہی تو مذہب اسلام ایک سچا مذہب کہلاتا ہے.... ہاں اتنا ضرور ہے کہ ہر فرقہ کا ایک الگ اعتقاد ہے... جو انہی کے علم کی روشنی میں بجا ہے۔ اور اپنے اپنے علم و ایمان کا تقاضہ بھی یہی ہے.... ویسے ہی میرے علم کی روشنی میں میرا اعتقاد بھی ویسا ہی جیسے ہر فرقہ پرست کا ہے.... میرا اعتقاد میرے کلام سے ظاہر ہے.... اور ہر فرقہ و ہر مذہب کی عظمت و حرمت میرے لئے باعث فخر ہے.... اللہ پاک سے دعاء ہے کہ ہر انسان کے دل میں عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ کی محبت پیدا ہو۔ آمین

*---

میری.... قارئین کرام سے ادباواحتراماگزارش ہے کہ اگر کسی کو میرے کلام میں کچھ تلخی محسوس ہو.... تو میری نا سمجھی پر محمول کرتے ہوئے معاف کر دیں.... اور اگر زہے قسمت پسند آجائے تو مجھ گنہگار کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں--

بقول مجھ عاصی و گنہگار کے---

یہ فرشتہ تو نہیں.... ہو فقط.... حمد و ثناء
بندہ.... بندہ ہے .... گنہگار نہ ہو.... کیا معنی

والسلام

خاکسار

سیّد عزیز الدین رضوانؔ قادری الچشتی کوہیری
(لالہ گوڑہ)

پیش لفظ

محمدؐ سے ہے دو جہاں کا اجالا
محمدؐ ہے بے شکل کی شکل والا

کہو جسم میں جان جب تک ہے امجدؔ
محمدؐ... محمدؐ... محمدؐ... محمدؐ!!

محترم سیّد عزیز الدین رضوانؔ صاحب قادری الچشتی ال کوہیری... حال مقیم لالہ گوڑہ (ساؤتھ) سکندرآباد اے پی (الہند) کے بے مثال مجموعہ کلام... نظارۂ نور... المعروف بہ "ذرّاتِ رسالت"، کے پیشِ لفظ کے لئے ... جسکی کتابت کی تکمیل آج ۱۴\ مئی 1992ء کو مکمل ہوئی... اور ابھی طباعت وغیرہ کے مراحل باقی ہیں... حضرت محترم کے حکم کی تعمیل میں جب قلم اٹھایا... تو امجدؔ حیدرآبادی کی مندرجہ بالا رباعی زبانِ قلم سے صفحۂ قرطاس پر منتقل ہوگئی... اور مجھے حیرت ہوئی... کہ رضوانؔ صاحب کے کلام کے پیش لفظ کی ابتداء ایک "بندے"، کی مدح سرائی سے کیسے ہوگئی اور وہ بھی ایسے مشرکانہ انداز میں...!! جبکہ اُسی "انسان"، کی تنبیہ کلام اللہ اسطرح کر رہا ہے... کہ "اے محمدؐ... جب تم سے لوگ تمہارے بارے میں دریافت کریں... تو کہدو... کہ... "اَنَا بَشَرٌ مِثلُکُم"،... یعنی مَیں ایک بشر ہوں... جسکی مثال تم ہو"،... لیکن ایک ایسے انسان کی... جو ہم جیسا ہے... اتنی تعریف کیسی... کہ شاعر نے کہدیا... کہ محمدؐ سے دو جہاں کا اجالا ہے... محمدؐ... بے شکل یعنی (تنزیہہ) کی شکل والا... یعنی (تشبیہہ) ہے... اور پھر ستم بالائے ستم یہ... کہ جب تک جسم میں جان ہے... محمدؐ... محمدؐ... محمدؐ کی رٹ لگانے کی بھی بڑی جراءت کے ساتھ تلقین کر رہا ہے...!!

عجیب بات ہے...!! اِسی لئے تو شاعر کی کلام اللہ میں سرزنش کی گئی ہے... کیونکہ ایسی

باتیں کہہ جاتا ہے .... جو حدِ ادب سے متجاوز ہوتی ہیں .... لیکن اتنی جراءت کی .... آخر جراءت کیسے ہو گئی .... کہ ایک "بظاہر معمولی" سے انسان کے لئے ایسے الفاظ استعمال کر بیٹھا جبکہ اسی "انسان" نے اعلان کر دیا .... کہ میری مثال تو تم ہو .... تو پھر .... کیا محمدؐ کی طرح .... ہم بھی اس مرتبہ کے حامل ہیں ....؟ کیا ہم سے دو جہاں کا اجالا ہے .... کیا ہم بھی بے شکل والے کی شکل والے ہیں .... کیا ہم کو بھی چاہئے .... کہ محمدؐ کے اسم کی طرح .... اپنے اسم کا ورد کریں .... آخر کیا کریں ....؟ غور کرنے پر محسوس تو یہی ہوتا ہے کہ ہاں .... بجا .... درست .... لیکن کیا ہم شرک کے مرتکب نہیں ہو جائیں گے .... یعنی اللہ کے وجود کے ساتھ .... اپنے آپ کو شامل کرنے کا جرم تو سرزد نہیں ہو جائے گا؟ جو اتنا بڑا جرم ہے .... کہ اللہ تعالیٰ مشرک کے لئے فرماتا ہے .... کہ بس یہی ایسا ایک واحد جرم ہے کہ جسکی معافی ہو ہی نہیں سکتی۔ خوب .... بہت خوب .... بقول غالبؔ ....

جبکہ تجھ بن نہیں کوئی موجود

پھر یہ ہنگامہ .... اے خدا .... کیا ہے

اِسم محمدؐ .... وہ اسم ہے جو پہلے کسی اور کے لئے استعمال نہیں ہوا .... محمدؐ .... یعنی .... وہ جو تعریف کے ساتھ متصف ہے .... یعنی تعریف کے قابل .... لیکن تعریف کے قابل تو صرف اللہ ہی ہے .... کیونکہ دلیل "الحمد اللہ" کی موجود ہے .... پھر محمدؐ میں حمد کا لفظ کیونکر شامل ہے .... اور محمدؐ کو کلمہ طیبّہ میں بھی شامل کیا گیا ہے .... یعنی اللہ کے ساتھ ایک بندے کا نام ...."لائق عبادت سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں .... اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں .... یہ تخصیص محمدؐ ہی کے ساتھ کیوں .... جبکہ ہم بھی محمدؐ جیسے ہیں ....

.... بقول آیت کریم کے .... یعنی اَنَا بَشَرٌ مِّثلُکُم !! ....

.... اور پھر اہل قریش کا بھی تو یہی اعتراض تھا .... کہ کیا خدا کو کوئی اور شخص دستیاب نہیں ہو سکا .... کہ ایک یتیم .... بسیر اور تعلیم سے نابلد (امی) انسان کو منتخب کر بیٹھا .... اور رسول بنا دیا .... اور .... کلمہ کا جزو بنا دیا جو لا الہ الا اللہ محمدؐ الرسول اللہ سے ظاہر ہے .... سارے کلام اللہ کا نزول اسی فردِ مخصوص پر وحی کے ذریعہ کیا گیا .... آخر کیوں ....

اس سوال کا کیا کوئی جواب بھی ہے ؟ - ہاں ہے ...... یہی وہ فردِ واحد ہے جسنے آدم کو دم دار بنایا ... انسان کو اسکی حقیقت بتائی ... یہ بتایا کہ ... بظاہر دنیاوی نعمتوں ... یعنی دولت کی فراوانی ... علم کی تحصیل ... ماں باپ کا سایہ ... وغیرہ سے محرومی ... اصل سرچشمے کو متاثر نہیں کر سکتا ... اور طالب صادق کو ... وہ سب کچھ حاصل ہو سکتا ہے جس سے ساری نعمتوں کی فراوانی کے باوجود دنیا کا غالب طبقہ محروم ہے ... اور وہ ہے ... قرب الہی ... و معرفت ربی جو توحید خالص کے بغیر ممکن نہیں ...

... اور اسی ایک حقیقت کے ادراک کے لئے ساری دنیا کے مذاہب نے جنم لیا ... اور ہر مذہب و مکتبِ خیال کا استدلال ہے ... کہ ہم سہی اور دوسرا غلط ... اور اسی ہنگامہ آرائی سے انسان ایک دوسرے کے خلاف معرکہ آرائی کر رہا ہے ... ہے تو ایک انسان ہی ... جبکا اظہار محمدؐ نے انتہائی سادگی سے کر دیا ... یعنی وہ انا بشرٌ مثلکم " ... پھر ایک ہی جیسا انسان ایک دوسرے کے خلاف کیوں ... ؟ عظمت محمدی کا کمال ہی یہ ہے کہ انا بشرٌ مثلکم فرمایا ہے ... جسکے لئے امجدؒ نے وہ رباعی کہی ... اور اقبالؒ نے فرمایا ...

وہ دانائے سُبل ... ختمِ رُسُل ... مَولائے کُل ... جسنے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیِ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر
وہی قرآں ... وہی فرقاں ... وہی یٰسین ... وہی طٰہٰ

کیونکہ یہی وہ عظیم ہستی ہے جسنے انسان کو مقام انسانیت سے رُوشناس کرایا ... یہ کہکر کہ ... انسان کو اللہ تعالی نے اپنی شکل پر پیدا کیا ... خلق آدمَ علی صُورۃِ ... اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مزید توضیح فرمائی یہ کہہ کر ... کہ وہ مَنْ عرفہ نفسہٖ فقد عرف ربّہٖ " یعنی جسنے اپنے نفس کا اِدراک کیا ... اِسنے اپنے رَب کی معرفت حاصل کی ...

... کیا یہ آیت آپ کو کھلا درس نہیں دے رہی ہے ... وہ اقربُ اِلیہی مِنَ الحَبلُ الوَرِیدْ ... یعنی اللہ تعالی انسان کی رگ جاں سے زیادہ قریب ہے - اللہ تعالی کو انفس و آفاق

میں تلاش کرنے کا درس مُلاحظہ فرمایئے ... ”فَاَینما تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجہُ اللہ“ ... یعنی تم جدھر بھی اپنا رُخ کرو گے ... سوائے اللہ کے ... کسی اور کا چہرہ نہیں دیکھو گے ... اس سے بلیغ درس توحید اور کیا ہو سکتا ہے ... یعنی (بہ ہر سُو جلوۂ دلدار دیدم)
حضرت سیّد محمّد انوار اللہ مَعنارح فرماتے ہیں ---

ظاہر ہُوا آفاق میں ... انفاس میں انوار
رنگ لانے لگی ... پس جو گئی، برگِ حنا بار
سِرّی سے خفی اور پھر اِخفا کی تجلی
ہر روز ہُوا کرتی ہے میثاق کی تکرار

اِنسان کی ہستی وہ عظیم سَر چشمۂ اسرار و رموز ہے کہ جسکا ادراک صرف معدودے چند ہستیاں ہی کر سکی ہیں ... حالانکہ ہر انسان بلا اِمتیاز رنگ و نسل اور بلا اِمتیاز مذہب و مِلّت اس عظیم نعمت کا حامل ہے ... جسکا اظہار حضورؐ نے ”اَنَا بَشَرٌ مِثلُکُم“ کے ذریعہ کیا اور اِسی لئے تو انسان کے آگے سارے ملائیک کو سجدہ ریز کروایا گیا ... اور اُسے خلیفۃُ الاَرض مقرر کیا گیا ... لیکن اسکی فِطری کم مائیگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ... ”ظلوماً جہولاً“ ... یعنی یہ پیکرِ انسانی چونکہ اپنے آپ سے ہٹ کر اُس خزینہ بے بہا کو لٹا بیٹھا ہے ...!! اور آفاق میں گم ہو کر قصۂ پارینہ بن جاتا ہے ... اپنے کتاب وجود یعنی اُمُّ الکِتاب سے ہٹ کر جہل کا ثبوت دیا ہے اور اس عمل سے اپنے آپ پر ظلم کر بیٹھتا ہے ... سب کچھ چھوڑ کر اپنے آپ کی طرف پلٹنے کا نام ہی توحید ہے ... جسکے بعد ادراکِ خداوندی کے لازوال نعمت سے سَرفراز ہو سکتا ہے۔
... یہی تو معراج ہے ... یعنی اپنے وجود میں اپنے یار کا جلوہ دیکھنا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسطرح فاش کیا کہ فرمایا ... اَلصَّلوٰۃُ مِعراجُ المُومِنین ... یعنی صلواۃ کے ذریعہ مومن معراج حاصل کرتا ہے ... کون ہے جسنے اس بلیغ نکتہ کو اتنی وضاحت کے ساتھ اس عالم کے سامنے پیش کیا ... کون ہے ... جس نے اس اَسفَلُ السافِلین کو علی العلیین کے مقام سے روشناس کرایا ... محمدؐ ہی تو ہے ... کیونکہ ... ہر کوئی ”محمدؐ“ ہے

... یعنی توصیف شدہ ... لیکن اپنے مقام سے ناواقف ... اسی لئے امجدؔ نے کہا ...

کہو جسم میں جان جب تک ہے امجدؔ
محمدؐ ... محمدؐ ... محمدؐ ... محمدؐ !!

یعنی اپنا دیدار محمدؐ کا دیدار ... اور محمدؐ کا دیدار خدا کا دیدار ... !! سمجھئے اور پائیے - امجدؔ کی ایک اور رُباعی مُلاحظہ کیجئے ...

مست مئے میَں میں ہمیشہ رہتا ہوں میَں
میَں میَں میَں ہمیشہ کہتا ہوں میَں

کِس شان سے کہتا ہوں ... اللہ رے میَں
سمجھا نہیں اس میَں کو آج تک ... واہ رے میَں !!

اور اِسی میَں کے مئے اِدراک سے سَرشار ہو کر منصور حلاّج نے "انا الحق" کا نعرہ لگایا جس نعرے کی مستی آج تک توحید کے مئے پرستوں کو سرشار کر رہی ہے -
حضرت رضی الدین رضیؔ رح فرماتے ہیں ...

نشہ ... وہ بھی ... بغیر جام و بادہ
کوئی کیا جانے ... میخواری ہماری

ہاں یہ ایسا ہی نشہ ہے ... جِسکا نشہ اُترتا ہی نہیں
سیمابؔ رح فرماتے ہیں ...

مٹی کا ٹھیکرا نہ سمجھ ... میرا ظرف دیکھ
کونین جذب ہے ... اِسی جام سفال میں

اور خواجہ آتشؔ رح فرماتے ہیں ...

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جائیو
دامن نچوڑ دیں ... تو فرشتے وضو کریں

اقبالؔ کا کلام تو اسی ادراکِ خودی کے پیام سے لبریز ہے.... ملاحظہ فرمائیے...

خودی وہ بحر ہے.... جس کا کوئی کنارہ نہیں
تو آبجو اسے سمجھا اگر.... تو چارہ نہیں

ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے
کہ خاکِ زندہ ہے.... تابعِ ستارہ نہیں

یہیں بہشت بھی ہے.... حور و جبرئیل بھی ہے
تری نگہ میں ابھی شوخیِ نظارہ نہیں

گلہ تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الٰہ الا اللہ

خودی میں گم ہے خدائی.... تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لئے اب صلاحِ کار کی راہ

حدیثِ دل کسی درویشِ بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

برہنہ سر ہے تو عزمِ بلند پیدا کر
یہاں فقط سرِ شاہیں کے واسطے ہے کلاہ

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات.... ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں

گراں بہا ہے تو حفظِ خودی سے ہے.... ورنہ
گہر میں آبِ گہر کے سوا کچھ اور نہیں

بتوں سے تجھ کو امیدیں.... خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی.... اور کافری کیا ہے

کسے نہیں ہے تمنائے سروری لیکن
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے.... تو نہیں جہاں کے لئے

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ.... کہ ہے بحرِ بیکراں کے لئے

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

تو اے اسیرِ لامکاں.... لامکاں سے دُور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دُور نہیں

یہ ہے خلاصہ علمِ قلندری.... کہ حیات
خدنگِ جستہ ہے لیکن کماں سے دور نہیں

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ

بے ذوقِ نمود.... زندگی.... موت
تعمیرِ خودی میں ہے خدائی

رائی ... زورِ خودی سے پربت
پربت ... ضعفِ خودی سے رائی

تری قندیل ہے ترا دِل
تُو آپ ہے اپنی روشنائی

اِک تُو ہے ... کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے نمودِ سیمیائی

جب عِشق سِکھاتا ہے ... آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر ... اِسرارِ شہنشاہی

آئینِ جوانمرداں ... حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رُوباہی

خودی کی جَلوتوں میں مُصطفائی
خودی کی خِلوتوں میں کِبریائی

زمین و آسمان و کُرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی

یہ موجِ نفس کیا ہے ... تلوار ہے
خُودی کیا ہے ... تلوار کی دَھار ہے

خُودی کیا ہے ... رازِ درونِ حیات
خودی کیا ہے ... بیداریِ کائنات

خودی جلوہ بدمسّت و خِلوت پسند
سمندر ہے ایک بُوند پانی میں بند

اندھیرے اُجالے میں ہے تابناک
من و تو میں پیدا من و تو سے پاک

اَزل سے ہے یہ کشمکش میں اَسیر
ہوئی خاکِ آدم میں صُورت پذیر

خودی کا نشیمن میرے دِل میں ہے
فلک جسطرح آنکھ کے تِل میں ہے

خودی کے نگہباں کو ہے زہرناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اسکی آب

وہی ناں ہے اسکے لئے اَرجمند
رہے جس سے دنیا میں گردن بلند

وہی سجدہ ہے لائقِ اِحترام
کہ ہو جس سے ہر سجدہ تجھ پر حرام

تری آگ اس خاکداں سے نہیں
جہاں تجھ سے ہے ... تُو جہاں سے نہیں

خودی شیر مولی جہاں اسکا صید
زمیں اسکی صید آسماں اسکا صید

یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار
کہ تری خودی تجھ پہ ہو آشکار

ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیری خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو، موت سے بھی مر نہ سکے

مہر و مہ و انجم کا محاسب ہے قلندر
ایّام کا مرکب نہیں.... راکب ہے قلندر

کافر کی یہ پہچان کے آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

ہزار چشمہ تری سنگ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر

لَوح بھی تُو قلم بھی تُو تیرا وجود الکِتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حبَاب

رضواںؔ صاحب فرماتے ہیں---

حقیقت جان لو مِعراج کی رازِ نہانی ہے
بتاؤ کونسا خود میں مکان اُمِّ ھَانی ہے

یہ وہ مِعراج ہے... عقل و خرُد حیران ہے رضواںؔ
کہ ہم نے اِسکی خاطر دو جہاں کی خاک چھانی ہے

جسم ہم سے ہے جان ہم سے ہے
بے نشاں کا نشان ہم سے ہے

راز جو کچھ بھی ہے وہ حضرتِ انسان میں ہے
گنجِ مخفی کا خلاصہ اِسی قرآن میں ہے

آپ اپنے کو سمجھ جائے تو انسان بس ہے
رَب کی پہچان نہاں اپنی ہی پہچان میں ہے

اِسی صورت میں پنہاں دیکھئے ... جلوے خدا کے ہیں
یہ وہ صورت ہے جس کے سامنے ہے مات ہر صورت

جگر صاحب فرماتے ہیں ---

باہمہ ذوقِ آگہی ہائے رے پستیِ بَشر
سَارے جہاں کا جائزہ اپنے جہاں سے بے خبر

اور یہ بھی ایک المیہ ہے کہ اس جلیل القدر درس کو انسان نے فراموش کر دیا... اور خود پرستی چھوڑ کر مرشد پرستی اور قبر پرستی کا شکار ہو گیا... اس سے بدتر صورتحال اپنی پستی کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ شہنشاہ غلام ہو گیا۔ دورِیشِ بے گلیم حضرت سَیّد عزیز الدین رضواںؔ کا اجتہاد یہی ہے...

... ان کا سارا کلام درسِ انا پر مشتمل ہے ... اور طرح طرح سے اُنہوں نے انسان کو جھنجوڑا ہے ... کہ اٹھ اور اپنا مقام پہچان... اپنی خودی کا ادراک کر... سب کچھ چھوڑ اور اپنی خودی کی طرف پلٹ جا جو تیری زندگی کا مقصد ہے ...

.... ملاحظہ فرمائیے ...

اور یہی درس کلمہ طیبہ میں موجود ہے ... یعنی یار کے سواء کوئی نہیں ... اور رسالتِ محمّدی ابدی حقیقت ہے ... اور نورِ محمّدی سے ہمارا وجود قائم ہے ... اور اپنا دیدار ... خدا کا دیدار ہے۔

دَر حقیقت خود توئی اُم الکتاب
صورتِ نقشِ الٰہی خود توئی

م ع ح الحرؔامی مورخہ ۱۴\ مئی 1992ء

حَمدْ شریف

زمینِ روح پر دیکھو رقم اللہ ہی اللہ ہے　　زباں دَم پہ یارو دَم بہ دم اللہ ہی اللہ ہے

ترانہ ہے یہی میخانۂ طیّبؔ کے رندوں کا　　کرم اللہ ہی اللہ ہے ستم اللہ ہی اللہ ہے

قسم اللہ کی سارے فرشتے سُن رہے ہوں گے　　ہر اک ذرّے سے جاری بیش و کم اللہ ہی اللہ ہے

ذرا اہلِ نظر سے پوچھ کر تو دیکھئے صاحب　　کہینگے بے جھجھک ہر شئی میں ضَم اللہ ہی اللہ ہے

پتہ اللہ کا پوچھا تو اِک صوفی نے فرمایا　　شہُود اللہ ہی اللہ ہے عدم اللہ ہی اللہ ہے

زمیں کیا آسماں کیا عرش کیا جنّت و دوزخ کیا　　قسم اللہ کی لَوح و قلم اللہ ہی اللہ ہے

جو پوچھا میں نے خود اللہ سے تیرا پتہ کیا ہے　　کہا ہنس کر کہ تم ہو یا کہ ہم اللہ ہی اللہ ہے

بجز اللہ کے کوئی نظر آتا نہیں رضواںؔ
دو عالم پہ نظر دوڑائے ہم اللہ ہی اللہ ہے

۲

نعتِ شریف

عیاں ہیں کہ یارب نہاں ہیں محمدؐ
یہ حق ہیں یا حق کا نشاں ہیں محمدؐ

ابھی صدق دِل سے میں ایمان لاؤں
ہمیں بھی بتادو کہاں ہیں محمدؐ

تہہ دِل سے تَن مَن نچھاور کروں گا
کوئی اتنا کہدے وہاں ہیں محمدؐ

کسی بے نشاں کا نِشاں لے کے آئے
کہ اک بے نِشاں کا نشاں ہیں محمدؐ

دِل و نفس جان روح سب چھان ڈالا
کہاں پر خدا ہے کہاں ہیں محمدؐ

کہاں ان کا سایہ کہاں ان کا ثانی
سمجھ لو یہ نکتہ یہاں ہیں محمدؐ

ذرا ان کی شانِ حقیقت تو دیکھو
مکیں ہر بشر ہے مکاں ہیں محمدؐ

ذرا پوچھو رضواؔں سے سب کچھ کہینگے
وہیں پر ہیں رضواؔں جہاں ہیں محمدؐ

نعتِ شریف

رہنمائی کے لئے کافی ہے قرآنِ رسول

کیونکہ ہے اللہ کا فرمان فرمانِ رسول

ذرّے ذرّے کو بھی ائے غافل حقارت سے نہ دیکھ

ذرّے ذرّے سے عیاں ہے جلوۂ شانِ رسول

آپؐ نے انسانیت کیا چیز ہے بتلادیا

کس قدر ہے حضرتِ انسان پہ احسانِ رسول

رحمتِ عالم ہیں شانِ رحمتِ حق کی قسم

حشر تک جاری رہے گا سب پہ فیضانِ رسول

مار سکتے ہیں یہ ٹھوکر سے جِلا سکتے بھی ہیں

آج بھی یہ شان رکھتے ہیں غلامانِ رسول

اپنے اپنے حال میں یہ مست رہتے ہیں سَدا

جِن کو قسمت سے ملا ہے علم و عرفانِ رسول

لاکھ دنیا میں بد و بدکار رضواںؔ ہم سہی

دل میں ہے روشن چراغ علم و عرفانِ رسول

نعت شریف

مرشد ہی کو پالینا ہے پانا محمدؐ کا
مرشد میں چھپا نقشہ نورانہ محمدؐ کا

مرشد کے تصور میں دل جھوم کے کہتا ہے
دیدار تو ہوتا ہے روزآنہ محمدؐ کا

دِل کافر و مسلم کا ہو یادِل مومن ہو
دِل حضرتِ انساں کا کاشانہ محمدؐ کا

اک بوند کے پیتے ہی معراج ہے رندوں کی
میخانہ خدا کا ہے پیمانہ محمدؐ کا

مِعراج کے مطلب کو جو سمجھا وہی سمجھا
وہ جانا محمدؐ کا وہ آنا محمدؐ کا

معراج میں ملنے کی یہ کیسی تمنا تھی
اللہ بھی شاید تھا دیوانہ محمدؐ کا

یہ ظاہر و باطن کا کیاراز کہیں رضوانؔ
اِظہارخدائی ہے چھُپ جانا محمدؐ کا

منقبت غوثِ اعظمؓ

مجلس غوثؓ روشن ہوئی ہے سب کے دل جگمگائے ہوئے ہیں
دوستو سر ادب سے جھکاؤ غوثؓ تشریف لائے ہوئے ہیں

کس کا ہے ذکر ہر دم نہ پوچھو اس مسرّت کا عالم نہ پوچھو
کس کے شیدائی ہیں ہم نہ پوچھو غوثؓ کے بخشوائے ہوئے ہیں

نور کا شامیانہ تنا ہے آج ہر شخص دُولہا بنا ہے
سب کے چہروں پہ ہے نور یزداں نور میں سب نہائے ہوئے ہیں

روزِ محشر کا اب کس کو غم ہے لب پہ یا غوثؓ اب دم بہ دم ہے
غوث اعظمؓ ہی کا یہ کرم ہے ہم جو نِسبت کو پائے ہوئے ہیں

اے نکیرو ہمیں مت جگانا پھر کسی روز فرصت سے آنا
حق تعالیٰ سے جا کر یہ کہدو ہم بہت تھک تھکائے ہوئے ہیں

لب پہ یا غوث اعظمؓ ہے یارو ہاتھ میں سبز پرچم ہے یارو
حشر میں کس کو کیا غم ہے یارو غوثؓ کے جو بنائے ہوئے ہیں

سینکڑوں غوث اعظمؓ کے شیدا جان کے ہیں نام لیوا
غوثؓ کے چاہنے والے رضواںؔ سارے عالم پہ چھائے ہوئے ہیں

منقبت غوث آعظمؓ

غوث آعظمؓ کی نِسبت نہ پوچھو غوث آعظمؓ سے نِسبت اہم ہے
غوث آعظمؓ سے ہے جس کو نِسبت بس کرم ہی کرم ہی کرم ہے

میرا دل شاہی دیوان خانہ غوث آعظمؓ کا اس میں ٹھکانہ
سینکڑوں دِل فدا ایسے دل، پر شہر بغداد سے کیا یہ کم ہے

مالک راز گنج خفی ہیں غوثؒ ماں پیٹ کے خود ولی ہیں
موت ان کے قدم چومتی ہے زندگی ان کی ٹھوکر میں ضم ہے

مکتب معرفت کے یہ بانی کون ہے غوث آعظمؓ کا ثانی
ان کے مکتب کا جو علم داں ہے زندہ دل زندہ جاں زندہ دم ہے

سینکڑوں اولیاء یوں تو آئے غوث آعظمؓ کا رتبہ نہ پائے
غوث آعظمؓ نے خود کہہ دیا ہے سب کے کاندھوں پہ میرا قدم ہے

اوج پر اپنی قسمت ہے رضواںؔ غوث سے اتنی قربت ہے رضواںؔ
میری جاں غوث آعظمؓ کی جاں ہے میرا دم غوث آعظمؓ کا دم ہے

منقبت خواجہ اجمیریؒ

اب تصور میں گھڑی بھر کو تو آجا خواجہؒ
شکل نورانی ذرا اپنی دکھاجا خواجہؒ

آج ہر شخص کے دِل پر ہے حکومت تیری
سب ہی کہتے ہیں تجھے ہند کا راجہ خواجہؒ

درودیوار تیرے کوچہ کے نورانی ہیں
ذرّے ذرّے کی زباں سے سنو خواجہؒ خواجہؒ

آج میں درپہ تیرے تکیہ لگا بیٹھا ہوں
کچھ تو عرفان کا صدقہ ہی دلاجا خواجہؒ

چشتیہ رنگ میں اب رنگ لیا ہوں خود کو
من میں سنتا ہوں ھواللہ کا باجا خواجہؒ

قلب نابینا کو خواجہؒ میرے بینا کردے
میرے مولیٰ میرے آقا میرے راجہؒ خواجہؒ

درپہ آیا ہے تیرے بن کے بھکاری رضواں
عاقبت اس کی دعاؤں سے جگاجا خواجہؒ

کیابتاؤں کیا ہوا ہے نُور سے
خاک کا رشتہ ملا ہے نُور سے

نُور والوں کا کرشمہ دیکھئے
نُور خود ہی جاملا ہے نُور سے

نُور آکر نُور میں ضم ہوگیا
نُور ہی پیدا ہوا ہے نور سے

کل سراپا خود بنینگے نُور ہم
ہم نے یہ وعدہ کیا ہے نُور سے

پڑھ اَنا مِن نُوراللہ کون ہے
غور کر کیاکیاہوا ہے نُور سے

دوزخ و جنّت ہو یا کچھ اور ہو
دوستو سب کچھ بنا ہے نُور سے

کوئی شئی بھی نُور سے خالی نہیں
آگ دوزخ میں بھرا ہے نُور سے

نُور ہرگز نار ہوسکتا نہیں
طور پھر کیسے جلا ہے نُور سے

نُور کی رضواں حقیقت کیاکہوں
خلق سب جلوہ نما ہے نُور سے

جسم ہم سے ہے جان ہم سے ہے
بے نشاں کا نشان ہم سے ہے

دیر و کعبہ و مندر و مسجد
دیکھ لو سب کی شان ہم سے ہے

حق کی کہتے ہیں حق کی سُنتے ہیں
شیخ کیوں بدگمان ہم سے ہے

ہم سے پھوٹی ہیں حُسن کی کرنیں
عِشق کی آن بان ہم سے ہے

ہم سے دُنیا ہے دین بھی ہم سے
دین و دنیا کی جان ہم سے ہے

دعوتِ عِشق کے ہیں ہم مہماں
شوکت میزبان ہم سے ہے

یہ جہاں ہو کہ وہ جہاں رضوآں
زینتِ دو جہان ہم سے ہے

میخانۂ وحدت کی ہر بات نیاری ہے
میخانے کا ہر میکش خود اپنا پجاری ہے

اِس کاتبِ قِسمت کا اِنصاف وہی جانے
اک شخص تونگر ہے اک شخص بھکاری ہے

اس عالمِ فانی پر جمتی ہی نہیں نظریں
کیا صنعت قدرت ہے کیا نقش ونگاری ہے

تو ایک ہی رحمت کا حقدار نہیں زاہد
ہر کافر و مُشرک پر بھی رحمت باری ہے

کثرت سے رہا مضطر وحدت سے رہا شاداں
حیرت میں گذارا دِن شب ہنس کے گذاری ہے

توحید کے نُکتوں سے واقف ہی نہیں زاہد
توحید کا اک نکتہ سو سجدوں پہ بھاری ہے

عرفان وجودی ہے ایقان شہودی ہے
غائب پہ یقیں رکھنا توہین ہماری ہے

اب کس سے کہیں رضواں کیا خاک کہیں رضواں
اک وہم کی بے ہوشی ہر ایک پہ طاری ہے

اللہ رے انسان اللہ رے اللہ
ہے یہ اللہ کی پہچان اللہ رے اللہ
چار عناصر کا یہ پتلا اپنے ہاتھ بنایا
جب نہ ملی رہنے کو جگہ تو خود ہی اس میں سمایا

چلتا پھرتا ہے قرآن اللہ رے اللہ

آدمؑ ہے اللہ کے جیسا حواؑ کسی کے جیسی
کس سے پوچھیں حواؑ کی تخلیق ہوئی ہے کیسی

صُمٌّ بُکمٌ ہے قرآن اللہ رے اللہ

خودی سے ہٹ کر خدا املاک خودی کو جانو مانو
خودی میں اپنی خدا ملے گا خودی کو تم پہچانو

ہے یہ سرکاری اعلان اللہ رے اللہ

کلمہ پڑھنا کیا پڑھنا قائم کیسے کرنا
روزہ رکھنا کھیل نہیں ہے سوچ سمجھ کر رکھنا

اللہ والوں کی ہے شان اللہ رے اللہ

دیدبنا لاحول پڑھایا دیدبنا کے گواہی
عقل کے اندھو چلو سنبھل کر ورنہ ہوگی تباہی

کھُلم کھُلا ہے شیطان اللہ رے اللہ

ذکر کیا تو کچھ کچھ پایا فکر میں سب کچھ پایا
سانچے گرو کا چیلہ رضواں پوچھے تو فرمایا

اپنے اوپر لا ایمان اللہ رے اللہ

یار کا جلوہ ہر اک آن مُبارک باشد
کھُل کے ہے سامنے قرآن مُبارک باشد

مصحف رُخ کی چلو رندو تِلاوت کر لیں
ہے یہی چشمۂ فیضان مُبارک باشد

ساغرِ نور پلا کر یہ کہا ساقی نے
آج تسکین دِل و جان مُبارک باشد

آپ کا ذکر صبح و شام تصور بھی مدام
خوب بخشش کا ہے سامان مُبارک باشد

اُن کو سجدہ جو کیا ہاتف غیبی نے کہا
اب مکمل ہوا ایمان مُبارک باشد

سچ جو پوچھو تو انہی کا ہے یہ فیضانِ نظر
مشکلیں ہو گئیں آسان مُبارک باشد

اپنی نِسبت پہ نہ کیوں ناز کریں ہم رضواںؔ
خود کی اب ہو گئی پہچان مُبارک باشد

جامِ وحدت پلایا گیا
اپنے رب سے مِلایا گیا

پردۂ لا اٹھایا گیا
جلوۂ حق دِکھایا گیا

دل سے کلمہ پڑھایا گیا
مجھکو مومن بنایا گیا

ڈھونڈھتے تھے حرم میں جسے
وہ خودی میں ہی پایا گیا

خود کو وہ دیکھنے کے لئے
مجھکو آدم بنایا گیا

جلوۂ افروز وہ جب ہوئے
سارا جگ جگمگایا گیا

خود بنا کر مصوّر مجھے
خود ہی مجھ میں سمایا گیا

عِشق میرا زمیں پر ہی کیا
عرش پر بھی یہ چھایا گیا

ان کے احسان کے بوجھ سے
سر نہ ہم سے اٹھایا گیا

ان کی خاطر ہر اک رنج و غم
ہنستے ہنستے اُٹھایا گیا

نذر محبوب شاہ قادریؒ
فیض تم ہی سے پایا گیا

راہِ الفت میں رضواںؔ مجھے
ہر طرح آزمایا گیا

بتازاہد ذرا انساں کیا ہے
جسد کیا چیز ہے اور جان کیا ہے

تو آدم ہے کہ یا اولاد آدم
یہ دم کی آمد وشد جان کیا ہے

خدا کیا ہے خودی کہتے ہیں کسکو
تو اپنے آپ کو پہچان کیا ہے

پڑھا تو ہے بہت قرآن لیکن
نہ سمجھا آج تک قرآن کیا ہے

سمجھ کچھ جامعہ قرآن پڑھ کر
رسولؐ اللہ کا فرمان کیا ہے

کرو رضواںؔ سمجھ کر میزبانی
ذرا پہچان لو مہمان کیا ہے

کیوں زمیں چکرّ میں ہے کیوں آسماں چکرّ میں ہے
بات کیا ہے کس لئے سارا جہاں چکرّ میں ہیں

رازداں کے واسطے کل راز خود چکرّ میں تھا
آج یہ عالم ہے کہ خود رازداں چکرّ میں ہے

خود بنا کر مجھکو میرے عِشق میں خود کھوگیا
سارا عالم سُن کے میری داستاں چکرّ میں ہے

ہے وہ چکرّ میں جو خود کو حق سے سمجھا ہے جُدا
کر رہا ہے خود پہ جو حق کا گماں چکرّ مین ہے

ہے میرا مشرب الگ مذہب الگ مَسلک الگ
لے کے ہر اک شخص میرا امتحان چکرّ میں ہے

ہر قدم پر عِشق کی پیچیدہ راہیں دیکھکر
کارواں تو کیا امیرِ کارواں چکرّ میں ہے

راز الآنَ کماکانَ کا رضوآں کیا کہوں
عقل حیراں دِل پریشاں اور جاں چکرّ میں ہے

دیکھئے کیا نظر نہیں آتا
اس کا جلوہ نظر نہیں آتا

ایسا کیسا چھپا ہے وہ ہم سے
ایسا کیسا نظر نہیں آتا

ہے وہ حاضر بھی اور غائب بھی
نظر آتا نظر نہیں آتا

سب ہی کہتے ہیں وہ نہیں دِکھتا
کوئی اندھا نظر نہیں آتا

جانے کتنا حسین ہوگا وہ
ایسا ویسا نظر نہیں آتا

روح کے پٹ کو کھول کر رضواں
دیکھو کیسا نظر نہیں آتا

مَیں نہ عارف میں نہ عاشِق مَیں نہ صوفی کام کا
کیوں ڈھنڈورا پیٹتی ہے خلق میرے نام کا

ان سے پوچھا آپ میں مجھ میں ہے کتنا فاصلہ
بولے چُپ کے سے یہ نکتہ ہے بہت ہی کام کا

لَام لِکھ پھر کھول اس کو دیکھ پھر اس لَام میں
خود بخود عقدہ کھلے گا تب کہیں اِسلام کا

لَام کے ہیں تین۳ نکتے تین۳ میں ہے عِشق ضم
پہلیاں ایسی ہیں یہ جس میں ہے نکتہ کام کا

نام وہ جس نام سے ہر اِک شر منسوب ہے
ہم وظیفہ پڑھ رہے ہیں آجکل اس نام کا

ہر فرشتہ ہے ہمارے فعل پر حیرت زدہ
ہاں ہمارا ہر عمل ہے مستحق اِنعام کا

خوب محنت ہو چکی رضواںؔ میاں تحقیق میں
اب ذرا آرام لو یہ وقت ہے آرام کا

ابھی سمجھا نہیں خود کو بشر کچھ
ستم ہوگا جو میں کہدوں اگر کچھ

ان ہی سے پوچھئیے اِسرار ہستی
جو اپنے خود کی رکھتے ہیں خبر کچھ

سمجھنا ہے اگر اسرار باطن
خودی کی لے خبر ائے بے خبر کچھ

خودی سے عِشق رکھ اور جان خود کو
خدا کا عِشق ہے دِل میں اگر کچھ

سمجھکر داد دو شعر وسخن کی
کہو منہ پر نہیں سمجھے اگر کچھ

کرو تیاریاں چلنے کی رضوؔاں
ضروری ہے رہے زادِ سفر کچھ

کھول آنکھ ذرا پردہ غفلت کو اٹھا دیکھ
سنتے ہیں کہ ہر ذرّے میں پنہاں ہے خدا دیکھ

اِنکار میں تحلیل ہے اِقرار کا مفہوم
اے اہلِ سمجھ لا کے ہے پردے میں اِلا دیکھ

دے دستِ اِلہٰ سے درِ قلب کو دستک
دل سویا ہوا ہے بخدا اس کو جگا دیکھ

یہ کون رگ و پے میں ترے رقص کناں ہے
نادان ذرا نفس کی زنجیر ہلا دیکھ

قندیل تصوّر کی جلا خانۂ دِل میں
دِل اپنا کسی مرشدِ کامل سے لگا دیکھ

ہو غرق ذرا بحر خودی میں ارے زاہد
کہتے ہیں کہ ہے اپنی خودی میں ہی خدا دیکھ

مت دیکھ حقارت سے کسی کو کبھی رضوانؔ
خود اپنے گریباں ہی میں منہ ڈال ذرا دیکھ

دمبدم ذکرِ یار حیرت ہے
پھر بھی دِل بے قرار حیرت ہے

مظہرِ یار حضرتِ اِنساں
اور پھر گناہ گار حیرت ہے

ایک صورت ہزار صورت میں
نکتۂ پیچیدار حیرت ہے

کس کی صورت میں ہوگا حشر میں حق
سوچیئے بار بار حیرت ہے

کون عاشق ہے کون ہے معشوق
کون کس پر نِثار حیرت ہے

حق کی صورت ہے عبد کی صورت
اس بیاں پر ہزار حیرت ہے

ایک صورت کے دو کہاں رضواںؔ
ہوشیار ہوشیار حیرت ہے

جو شرابِ دید سے مسرور ہے
اس کے چہرے پر بلا کا نور ہے

نعرہ انت انا پر تُل گیا
نفس امّارہ بھی کیا مغرور ہے

کر رہا ہے عرش خود ان کا طواف
مئے پرستوں کا عجب دستور ہے

آنکھ والوں کی نگہہ میں آج بھی
حضرتِ موسیٰؑ ہے کوہِ طور ہے

آپ کو کیا خاک سمجھے گا کوئی
آپ اپنے سے جو کوسوں دور ہے

کیا کہوں رضواںؔ میں باتیں راز کی
عقل حیراں ہے زباں مجبور ہے

مقامِ وصل میں کیا ہے .. نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے
یہ اک صوفی کا کہنا ہے .. نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے

نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے تو پھر یہ وصل کیا معنی
عجب پیچیدہ نکتہ ہے نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے

کسے کہتے ہیں اللہ اور بندے کے ہیں کیا معنی
پھر اس کا کیا خلاصہ ہے نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے

نہ اللہ ہے سو ثابت ہے نہ بندہ ہے سو ثابت ہے
فقط اِک اِسم پردہ ہے نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے

کوئی کہتا ہے حق ظاہر کوئی کہتا ہے حق باطن
کوئی کہتا ہے دھوکہ ہے نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے

نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے تو پھر میں خود کو کیا سمجھوں
یہ رضواںؔ کیا معمّہ ہے نہ اللہ ہے نہ بندہ ہے

زر کی کسی کو زن کی کسی کو تلاش ہے
فکرِ جہاں کسی کو تو فکرِ معاش ہے

زاہد تلاشِ حق میں مبارک تجھے حرم
میں خود پرست ہوں مجھے اپنی تلاش ہے

نادان دیکھ آنکھ کی اندر کی آنکھ سے
دیدارِ حق نہاں ہے کہاں وہ تو فاش ہے

وہ کیا جما سکیں گے قدم راہِ عشق میں
پائے یقیں میں جن کے ابھی اِرتعاش ہے

جب سے نظر لڑی ہے کہاں ہے سکونِ جاں
تیرِ نگاہِ یار بھی کیا جاں خراش ہے

شاید اسی کو کہتے ہیں معراجِ جستجو
ٹکر سے جس کی کوہِ خرد پاش پاش ہے

رضواںؔ تمہارے عزمِ مصمّم کو دیکھ کر
منزل کو خود سنا ہے تمہاری تلاش ہے

میں مکاں وہ مکیں ہوگیا
مجھ کو کامِل یقیں ہوگیا

سب نہیں میں ہی موجود ہیں
ایساکیسا نہیں ہوگیا

لاکھ پردوں میں چھُپ کر عیاں
کیاوہ اِتنا حسیں ہوگیا

دید اس کی کٹھن ہوگئی
اس قدر وہ قریں ہوگیا

ہر نفس میرے اعمال کا
فیصلہ سب یہیں ہوگیا

جب شناسائی خود کی ہوئی
ختم ایمان ودیں ہوگیا

شکر ہے رضواں تحقیق میں
آج حق الیقیں ہوگیا

کوئی خداپرست کوئی خود پرست ہے
کوئی تو شغل بادہ پرستی میں مست ہے

کوئی تلاش حق میں حرم جا کے پست ہے
کوئی تو خود پرستی میں حق پا کے مست ہے

سِترانا کاساز تنفس میں گشت ہے
جس پر لباس نیست ہے آواز ہست ہے

کیا جانے کوئی کیفیت تشنگانِ عشق
دن رات جن کے ہاتھ میں جامِ الست ہے

کیا حل کریں گے پہیلیاں وہ ہست و نیست کی
اِدراک جن کا خشک ہے ایمان پست ہے

کچھ اِس طرح ملا ہوا ہوں کفر و شرک سے
پہلوئے لَا میں جیسے اِلٰہ کا دست ہے

رضواں حواس و ہوش کو اپنے سنبھالیے
سنتے ہیں راہِ عشق میں پرخار دشت ہے

ہے وحدت و کثرت کا معمہ میرے آگے
کھلتا ہے نیا روز اِک عقدہ میرے آگے

زاہد یہ حدیث حرم و دیر ہٹا دے
کھل کر ہے کتاب رخ زیبا میرے آگے

نکلا ہوں غمِ عشق کے ہاتھوں سے کچل کر
اک ہستی فانی کا تھا لاشہ میرے آگے

میں ہوں وہ مصوّر میری ہر بُت میں جھلک ہے
دنیا ہے یہ اک آئینہ خانہ میرے آگے

میں ذات ہوں پرچھائیاں ہیں میرے صِفت کی
کیوں آگیا پھر ذات کا جھگڑا میرے آگے

کعبہ کا کچھ اس ناز سے کرتا ہوں تصوّر
آجاتا ہے خود مالکِ کعبہ میرے آگے

تحقیق کے ہاتھوں سے سمٹ لوں گا میں اک دن
مدفون ہے عرفاں کا خزانہ میرے آگے

رضواںؔ مجھے دنیا سے سروکار ہی کیا ہے
کمبخت یہ پیچھے ہے تو عقبیٰ میرے آگے

ظاہر کا بیاں اور ہے باطن کا بیاں اور
ہے ذکر عیاں اور تو ہے ذکر نہاں اور

ظاہر میں تو شہہ رگ کا پتہ اس نے دیا ہے
کہتے ہیں کہ باطن میں ہے کچھ اس کا نشاں اور

دل عرش ہے مومن کا تو کیا ہے دِل مُسلم
کچھ اس میں نہاں اور نہ کچھ اس میں نہاں اور

کیا بات سمجھ کی ہے سمجھ میں نہیں آتی
لو کام سمجھ سے تو گذرتا ہے گماں اور

حق جان کے کرتا ہوں میں خود اپنی پرستش
کرنے دو زمانے کو جو کرتا ہے گماں اور

رضواں یہ ترا علم مذہب یہ اشارے
سُنتے ہیں تو کچھ دِل پہ گذرتا ہے گماں اور

خود کو بندہ کہوں مجال نہیں
میری ہستی کو اب زوال نہیں

دِل ہمارا ہے دِل میں ہم ہی تو ہیں
یہ وہ درپن ہے جس میں بال نہیں

چشم باطن کا یہ اِشارہ ہے
عبدیت کا یہاں سوال نہیں

حق کا ثانی میں آپ کو سمجھوں
ایسا ناقص مرا خیال نہیں

حال ہر حال منتقل ہوگا
قال کو میرے اِنتقال نہیں

خود کا خود سے وصال ہے ہر دم
اب ہمیں خواہشِ وصال نہیں

مَر کے جینا کمال ہے رضواںؔ
جی کے مرنا کوئی کمال نہیں

خود پرستی میں بَلا کا جوش ہے
جس کو دیکھو مَست ہے مدہوش ہے

کون جانے اِمتیاز عَبدو رَب
عاشِقی میں کِس کو اتنا ہوش ہے

ہوگئے سَرّانا میں ہوش گُم
ہوش کو بھی اب تلاش ہوش ہے

کیابتائیں لامکاں کی کیفیت
ہوش والا بھی وہاں بے ہوش ہے

یہ حقیقت ہے مئے توحید کی
آنکھ میں مستی ہے دِل میں جوش ہے

جان جاں کا پوچھئے ہم سے پتہ
ہمسفر ہمدم و ہم آغوش ہے

حضرتِ رضواںؔ کو زاہد چھیڑ مت
خاص میخانے کا یہ مئے نوش ہے

اس یار کو پہچانو جو سب سے نرالا ہے
تعریف ہے یہ اس کی گورا ہے نہ کالا ہے

ہم نور سے پیدا ہیں ہے نور عیاں ہم سے
ہم سے ہے جہاں روشن ہم سے ہی اجالا ہے

یوں اپنی عبادت پر تو فخر نہ کر زاہد
ہر گھر میں محمدؐ ہیں ہر گھر میں اُجالا ہے

روح نفس دِل و جاں سب ہیں اس کے مکاں لیکن
جس گھر میں وہ رہتا ہے وہ گھر ہی نِرالا ہے

اب راہِ تصوّف میں ممکن ہے بھٹک جائیں
گونگوں کی حکومت کو آندھوں نے سنبھالا ہے

اب دوزخ و جنّت کی کیا سیر کریں رضواں
دوزخ کو بھی تالا ہے جنّت کو بھی تالا ہے

دیکھ پردہ اُٹھا کے غفلت کا
آدمی آئینہ ہے قدرت کا

تیرے عاشِق ہیں تجھ پہ مرتے ہیں
کون بھوکا ہے تیری جنّت کا

دو دموں پر ہے اِنحصارِ وجود
ایک وحدت کا اک رسالت کا

سر رگڑتا ہوں پائے ساقی پر
حق ادا ہو نہ ہو عبادت کا

کون معشوق کون عاشِق ہے
کس کو دعویٰ نہیں محبّت کا

ناز نِسبت پہ کیوں نہ ہو رضواں
جب کہ دامن مِلا ہے نِسبت کا

خود پرستی میں جو بھی مست رہا
آپ اپنا وہ سرپرست رہا

میرے حق میں تونگری تھی یہی
عمر بھر میں جو تنگدست رہا

عشق میں لاکھ میری جیت سہی
پھر بھی میں قابلِ شکست رہا

آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا جانبِ غیر
علم کا ایسے بندوبست رہا

ہر بلندی تھی میرے زیر قدم
فطرتاً میں ہمیشہ پست رہا

ہم یتیم و یسیر میں رضواں
کوئی اپنا نہ سرپرست رہا

یہ دِل میں نُور یزدانی بہت ہے
جب ہی شکل نُورانی بہت ہے

نہ پوچھو ہم سے کیا ہیں کون ہیں ہم
تعارف اپنا طولانی بہت ہے

نہ سمجھے ہو تو خود کو یہ سمجھ لو
قیامت میں پشیمانی بہت ہے

تھمے کِسطرح دریائے تجسُّس
ابھی کچھ اس میں طغیانی بہت ہے

کہے وہ دیکھکر محشر میں مجھکو
یہ صورت جانی پہچانی بہت ہے

یہ محفل رنگ میں اب کیوں نہ آئے
غزل میں رنگِ عرفانی بہت ہے

ہمارا خوذ وہ دیوانہ ہے رضوآں
یہ خلقت جس کی دیوانی بہت ہے

نہ دیرو حرم ہے صَنم سامنے ہے
خدا کی قسم ہے صَنم سامنے ہے

ہے جب تک سلامت صَنم سے محبّت
کیسے رنج و غم ہے صَنم سامنے ہے

خدا کا کرم ہے خدائی ہے گھر میں
صَنم کا کرم ہے صَنم سامنے ہے

خدا کے لئے اۓ اَجل صبر کرنا
اب آنکھوں میں دم ہے صَنم سامنے ہے

پریشاں کوئی غم سے ہوں گے تو ہوں گے
یہاں کس کو غم ہے صَنم سامنے ہے

صَنم خود ہی ظاہر صَنم خود ہی باطن
صَنم دل میں ضَم ہے سامنے ہے

یہ وِردِ زباں ہے صبح و شام رضواںؔ
صَنم ہی صَنم ہے صَنم سامنے ہے

میں نہ ہندو نہ مسلمان ہوں اللہ اللہ
صرف اللہ کی اِک شان ہوں اللہ اللہ

میرا ایمان مجھی پر ہے نہیں غیروں پر
میں بھی کیا صاحبِ ایمان ہوں اللہ اللہ

میرے اللہ کا یہ فضل و کرم ہے مجھ پر
باخبر اپنے سے ہر آن ہوں اللہ اللہ

مظہر حق ہوں نہ کیوں ناز کروں اپنے پر
اور پھر صورت رحمان ہوں اللہ اللہ

اللہ اللہ میری ہستی بھی کیا ہستی ہے
چلتا پھرتا ہوا قرآن ہوں اللہ اللہ

موت پردہ ہے میرا اور تجلّی ہے حیات
جان رکھتا ہوں بے جان ہوں اللہ اللہ

مجھکو پہچانتے ہیں اہل نظر ہی رضواںؔ
ہاں میں اللہ کی پہچان ہوں اللہ اللہ

کیاکہیں کیسے کہیں کیابات ہے
وہم کی چکرّ میں کائینات ہے

جرم عائد کررہے ہو مجھ پہ کیوں
جب کہ خیر وشر تمہارے ہاتھ ہے

اِک نفس سے اِسقدر پیدا نفوس
یاخداوندایہ کیسی دَھات ہے

فِکر خود سے ملنے کی کچھ کیجئیے
ان سے ملنابعد کی یہ بات ہے

حق عیاں ہے اور ہے خلقت نہاں
حق یہی حق ہے یہ حق کی بات ہے

کون ہے رضوآں خداکیساہے وہ
کون سمجھائے گایہ کیابات ہے

ایک دو قطرے سہی پی کر پچانا ہے مجھے
بہر صورت بات ساقی کی نبھانا ہے مجھے

میں وہ میکش ہوں کہ ہر ساغر پہ میرا نام ہے
سامنے آئیں وہ جبکو آزمانا ہے مجھے

اِس لئے سرکو رگڑتا ہوں میں پائے یار پر
منزلِ مقصود جلد سے جلد پانا ہے مجھے

چھوڑدے مجھکو میری مرضی پہ واعظ چھوڑ دے
آج ناممکن کو بھی ممکن بنانا ہے مجھے

ذِکر قلبی وَسوَسہ ہے لَقلَقہ ذِکراللِسان
آشیانہ ذِکر رُوحی پر بنانا ہے مجھے

نورِ حق کو اَخذ کرکے جذب ہوکر نُور میں
نُور بَن کر ظلمتِ ہستی پہ چھانا ہے مجھے

کُفر کا بندہ ہوں میں رضواں ہوں راہِ شرک پر
آج اہلِ ہوش کے چھکے چھڑانا ہے مجھے

یہ تخلیق آدمؑ یہ ناسوتی برزخ معمہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے
کہ یہ جسم خاکی فقط راز کا ایک پردہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

کہیں پر اَحد وہ کہیں پر وہ اَحمدؐ کہیں پر محمدؐ کہیں پر وہ محمودؐ
بدلنا یہ ہر روپ میں بھیس اپنا تماشہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

وہ اک نکتۂ لَا میں کل کو بسایا تماشے کیا پردۂ لا میں چھُپ کر
ذرا لَا کا پردہ اُٹھا کر تو دیکھو اِلٰہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

کتاب شریعت پڑھا ٹھیک پایا کتاب طریقت پڑھا یہ لکھا تھا
حقیقت میں ہر اک بشر اس کی صورت کا نقشہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

بسا کر اسے اپنے دل میں نہ پائے کہ جو نحنُ اقرب کا مطلب نہ سمجھے
تو پھر ان کے عقل و خرد پر یہ غفلت کا پردہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

جہاں کی رہیگی نہ کوئی نشانی کہ ہوجائیگی ایک دن سب یہ فانی
تو پھر ایسی دنیا سے دِل کا لگانا یہ دھوکہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

ملا ہے درِ یار جس دن سے رضواںؔ ہے ہر سانس کو میری مِعراج حاصل
خدا کی قسم سب یہ معراج والے کا صدقہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

تیرا مجھ پر کرم ہر اِک گھڑی ہر آن ہے ساقی
کہ مجھ احقر پہ تیرا کِسقدر اِحسان ہے ساقی

روایاتِ حرم سے دوں تجھے تشبیہ۔ قرآں سے
نگاہِ میکشاں میں گویا تو قرآن ہے ساقی

ہماری کشتیٔ عمرِ رواں کا ناخدا تو ہے
تیرے دستِ عطا ہی میں ہماری جان ہے ساقی

نہ کیوں رکھوں تجھے پیش نظر اے ساقیٔ کوثر
کہ تیری دید ہی تو بندگی کی جان ہے ساقی

تیری صحبت نے بخشا ہے مجھے مِعراج عِرفانی
قسم عرفان کی تو مخزنِ عرفان ہے ساقی

تجھے پا کر میں ہر دم شاد ہوں اور خوش و خرم ہوں
جو سچ پوچھو تو یہ سب کچھ تیرا فرمان ہے ساقی

نظر میں تو رہے اور ذکر دِل میں دم نِکل جائے
تیرے رضوانِ میکش کا یہی ارمان ہے ساقی

حق ہی حق ہے انسان اَلحمد اللّٰہ
یہ حق کا ہے فرمان اَلحمداللّٰہ

کہوں کیا کہ نسبت سے کیا پایا میں نے
ہوئی خود کی پہچان اَلحمد اللہ

بشر مظہرِ حق ہے اَللہ اکبر
سبھی شکل رحمان اَلحمداللہ

انہی پاس انفاس میں خیروشر ہیں
سمجھ ان کو نادان اَلحمد اللہ

خودی کی تلاوت سے یہ گُر کھُلا ہے
خودی خود ہے قرآن اَلحمد اللہ

یہ فعلِ حقیقی سے ثابت ہے رضواںؔ
ہے عالم مُسلمان اَلحمداللہ

نہ دُنیا کام آئیگی نہ دَولت کام آئیگی
سُنا ہے روزِ محشر صرف نِسبت کام آئیگی

اگر زاہد و عابد کو عبادت کام آئیگی
تو ہم رندوں کو سَاقی کی حمایت کام آئیگی

گُنہگاروں کو جب لے جایا جائیگا جہنم میں
نہ دیکھا جائیگا رحمت سے رحمت کام آئیگی

گُنہگارَوں کو نہ بخشے تو پھر کس کام کی رحمت
اگر ہم کو نہیں تو کس کے رحمت کام آئیگی

کتاب رُخ کی کرتا ہوں تلاوت اس کا حافظ ہوں
سَند رَکھتا ہوں جو وقتِ ضرورت کام آئیگی

گنہہ لاکھوں ہوئے اک آدھ نیکی بھی ہوئی ایسی
کہ جو انشاء اللہ روز قیامت کام آئیگی

چُھپا رکھا ہوں صورت سَاقیٔ کوثر کی آنکھوں میں
نہ گھبرا قبر میں رضواؔں وہ صورت کام آئیگی

یقیں کر جان لے سچ مان لے یوں آزما کر لے
جو لینا ہے تجھے سرپائے ساقی پر جُھکا کر لے

محبّت سے اَدب سے عجز سے اس کو فنا کر لے
بہرصورت اِسے ہرحال میں اپنا بنا کر لے

اَزل میں جو کیا وعدہ وہی وعدہ وفا کر لے
ارے نادان کچھ تو بندگی کا حق اَدا کر لے

زمانے کو دِکھانے کے لئے ہرگز نہ کر سجدے
جو طرز بندگی ہے بندگی ایسی ادا کر لے

زباں اٹھنے سے پہلے خود کہے وہ چاہتا کیا ہے
کچھ اس انداز سے اس ڈھنگ سے ذکرِ خدا کر لے

عبادت کے لئے پابندیٔ اوقات کیا معنی
نمازِ عشق اَے غافل ہراک لمحہ ادا کر لے

نفس کی آمدوشد کہہ رہی ہے بارہا رضواںؔ
ہے جب تک سانس غافل کچھ تو کچھ اپنا بھلا کر لے

جان کی تحقیق کرجانا ہے اک دن جان سے
لے سبق نادان کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانْ سے

دیکھئے کیا حل نِکل آتا ہے راہِ عِشق میں
رات دن ٹکرارہا ہوں سَر درِ عرفان سے

ان کی ہر نازوادا میں ہے جھلک عرفان کی
ان کو تشبیح دے رہا ہوں جامعۂ قرآن سے

کُنتُ کنزاً مخفیاً کا راز کھُل جائے اگر
منحرف ہوجائے زاہد زہد سے ایمان سے

خواب غفلت سے جگایا مَنْ عَرفْ کے سَاز نے
بندگیَ کا منسلک رشتہ ہوا فیضان سے

روزِ اوّل ہی سے تھی مجھ پر وجوب میکشی
اِس لئے وابستہ ہے فِطرت مئے عِرفان سے

نذرِ حق محبوبِ عالم کے وسیلے کی قسم
کیا کہوں کا پایا میں نے بیعتِ رضوان سے

یہ جہاں اپنا وہ جہاں اپنا
تذکرہ ہے یہاں وہاں اپنا

ہم نِشاں ایسے بے نِشاں کے ہیں
کہیں ملتا نہیں نِشاں اپنا

عرش پر جُرم فرش پر توبہ
ہے تصرّف یہاں وہاں اپنا

ہوگی منزل یہیں کہیں اپنی
ہے اِرادہ اگر جواں اپنا

ذرّے ذرّے کو پوجتے ہیں ہم
عِشق ہے بحر بیکراں اپنا

نہ سہی آج بعد مرگ سہی
کوئی تو ہوگا قدرداں اپنا

ہم ازل کے ہیں سَرِحق رضواں
کون اب لے گا اِمتحاں اپنا

دِن گذرتا ہے رات ہوتی ہے
ختم یوں ہی حیات ہوتی ہے

بات میں جب نہ بات ہو اُن کی
بات وہ واہیات ہوتی ہے

ذکر ہے فکر ہے تجسّس ہے
دیکھیں کِس میں نجات ہوتی ہے

تعمیل حکم کرنے والوں سے
کیوں سزاؤں کی بات ہوتی ہے

سُنتے ہیں نیکی اور بدی اے دوست
مرنے والے کے ساتھ ہوتی ہے

دیکھتا ہوں میں وجد میں آکر
وجد میں کائنات ہوتی ہے

کھیل سب ہیں صِفات کے رضواںؔ
سب سے مستثنیٰ ذات ہوتی ہے

بتا بندے میں وہ نکتہ کہاں ہے
کہ جس نکتہ میں خود بندہ نہاں ہے

نہ سمجھا آج تک کُلنے کی کُل کو
یہی وہ کُل ہے جس سے کُل عیاں ہے

اگر ہے فاصلہ کچھ عبد و رب میں
تو پھر دونوں میں کیا شئی درمیان ہے

بنا دیکھیں پڑھیں لاحول کس پر
وہ آخر کون ہے کیا ہے کہاں ہے

میں سمجھا وہ ہیں وہ سمجھے کہ میں ہوں
وہ اِن کا وہم یہ میراں گماں ہے

لکھا ہے غیب پر ایمان لاؤ
بتاؤ غیب کیا شئی ہے کہاں ہے

دوئی کی توڑ دو دیوار رضواںؔ
یہ ہی کمبخت ہے جو درمیاں ہے

۷۴

بتا زاہد خدا کا کیا پتہ ہے
نظر آتا نہیں کیا لاپتہ ہے

پتہ اس کا ہر اک سے پوچھتا ہوں
ہر اک کہتا ہے کس کو کیا پتہ ہے

یہ مانا جا بجا ہے جلوہ گر وہ
مگر پھر بھی ادھورا سا پتہ ہے

اسے شہہ رگ میں سمجھیں یا کہ دِل میں
کہ دونوں جا سے بھی وہ لاپتہ ہے

پتہ ایسا ہے کچھ پیچیدہ اس کا
سمجھ میں کچھ نہیں آتا پتہ ہے

پتہ اپنا لگاؤ پہلے رضواںؔ
تمہارا ہی پتہ اِس کا پتہ ہے

خود پرستی کمال ہے پیارے
دولتِ لازوال ہے پیارے

عبد و رب میں ہے فاصلہ کتنا
عارفوں سے سوال ہے پیارے

یہ خدا یہ نبی ہے یہ ابلیس
اپنا اپنا خیال ہے پیارے

بادہ نوشی حرام لاکھ سہی
اپنے حق میں حلال ہے پیارے

جی کے مرنا تو فرض ہے لیکن
مر کے جینا کمال ہے پیارے

بول اُن کے زبان اپنی ہے
سب یہ ان کا کمال ہے پیارے

دیکھکر مجھکو حشر میں وہ کہے
کہئے کیا حال چال ہے پیارے

وہ جو رضواں ہے جانتے ہیں ہم
ملحدِ بے مثال ہے پیارے

جو ہمارے مرید ہوتے ہیں
ہر طرح باامید ہوتے ہیں

آنکھ کھلتی ہے اپنی محفل میں
اندھے سب اہل دید ہوتے ہیں
ان کی نظروں کے تیر کھانے سے
مرتے کب ہیں شہید ہوتے ہیں

عشق میں سوچ کر قدم رکھنا
غم کے حملے شدید ہوتے ہیں
شرک سے بچئے شرک والے ہیں
سب جہنم رسید ہوتے ہیں

اپنے مکتب میں درس دینے کے
سب طریقے جدید ہوتے ہیں
کالاکیوں ہے غلاف کعبہ کا
جانے والے سفید ہوتے ہیں

میرے شعروں میں لاکھ کفر سہی
سوچنے پر مفید ہوتے ہیں
اپنے مکتب کے علم داں رضواں
ایک دن بایزید ہوتے ہیں

حقیقت جان لو مِعراج کی رازِ نہانی ہے
بتاؤ کونسا خود میں مکان امہانی ہے

خودی کا کھینچ کر نقشہ چلو بَیتُ المُقدّس کو
یہی، وہ جا ہے جو پیغمبروں کی راجدھانی ہے

اذاں جبرئیلؑ نے دی اور حضرتؐ نے اِمامت کی
اِمام الانبیاء کا دو جہاں میں کون ثانی ہے

وہاں سے عرش کی جانب ہوئی پرواز حضرتؐ کی
سفر تھا دو گھڑی کا اور سیر لامکانی ہے

چلے پھر عرش سے کچھ اور آگے حق سے ملنے کو
ندا آئی کہ ٹھہرو ایک پردہ درمَیانی ہے

پھر اس کے بعد آگے کیا ہوا کسطرح سمجھائیں
وہ اندر تھا یہ باہر تھے کتابوں کی زبانی ہے

اُٹھا پردہ جو دیکھا فاصلہ تھا دو کمانوں کا
ہوئے نزدیک دونوں مل گئے پھر شادمانی ہے

یہ وہ مِعراج ہے عقل و خرد حیران ہیں رضوانؔ
کہ ہم نے اس کی خاطر دو جہاں کی خاک چھانی ہے

اسے کیا پاؤ گے پانے کی خود تدبیر اُلٹی ہے
شکاری کی کمان میں دیکھ لو خود تیر اُلٹی ہے

خدا سے ہم نہیں ملتے خدا والوں سے ملتے ہیں
ہمارے پیار کرنے کی ہر اک تدبیر اُلٹی ہے

نہ پڑھ سکتے نہ لکھ سکتے سُنا سکتے نہ سُن سکتے
کتابِ معرفت کی کیا کہیں تحریر اُلٹی ہے

بجا ہے قول یہ اقبالؔ کا جو خود پہ بیتی ہے
نگاہ مردِ مومن نے میری تقدیر اُلٹی ہے

یہ دنگل معرفت کا ہے صداقت کام آتی ہے
لڑے گا کیا وہ جس کے ہاتھ میں شمشیر اُلٹی ہے

وہاں دوزخ بھی ہے جنّت بھی ہے اِنکار کس کو ہے
یہ ایسا خواب ہے جس خواب کی تعبیر اُلٹی ہے

جو گلیاں ان کے گھر کی ہیں بڑی پیچیدہ گلیاں ہیں
مگر جو گھر ہے ان کا گھر کی وہ تعمیر اُلٹی ہے

الف کی کیا کریں تحقیق ہم وہ ایک ہے رضوانؔ
نہ یہ لکیر سیدھی ہے نہ یہ لکیر اُلٹی ہے

۵۲

کیف تم سے خمار تم سے ہے
میکدے کی بہار تم سے ہے

میکشوں کا سکونِ دِل تم ہو
میکشوں کو قرار تم سے ہے

اس لئے تم کو پوجتا ہوں میں
نسبتِ کردگار تم سے ہے

زندگی کے حسین لمحوں میں
دیکھتا ہوں قرار تم سے ہے

ہے تمہارے ہی دَم سے میرا دَم
ہاں میرے دَم کا تار تم سے ہے

تم ہو بازارِ حسن کی زینت
عشق کے کاروبار تم سے ہے

تم کو رضواں سے پیار ہو کہ نہ ہو
ہاں مگر اس کو پیار تم سے ہے

لیکے خود کا خیال بیٹھے ہیں
مانگ سیدھی نِکال بیٹھے ہیں

توڑ دینگے دوئی کی دیواریں
لَا کی لیکے کُدال بیٹھے ہیں

اَئے فرشتو جُھکاؤ سَر اپنا
اہلِ دِل باکمال بیٹھے ہیں

لذتِ وَصل پوچھئے ہم سے
کر کے ہم اِنتقال بیٹھے ہیں

ہم لُٹانے کو آج محفل میں
دولتِ لازَوال بیٹھے ہیں

کچھ تو دِل کھول کر کہو رضواؔں
سب یہاں ہم خیال بیٹھے ہیں

تن میں دِل ہے دِل کے اندر جان ہے
جان کے اندر میرا مہمان ہے

جاننا ہے فرض غافل جان لے
جان کے اندر بھی ناداں جان ہے

سورۂ اِعراف پڑھکر دیکھ لے
جو نہ جانے خود کو وہ حیوان ہے

شر سے جو وابستہ ہے وہ ہے بشر
انس جِس دِل میں ہے وہ اِنسان ہے

عِلم باطن کے لئے اُم القرآن
عِلم ظاہر کے لئے قرآن ہے

دیکھتا ہوں صورت انسان میں
دیکھ شان صورت رحمان ہے

ہے زباں قاصر میں رضواںؔ کیا کہوں
مجھ پہ کِتنا پیر کا اِحسان ہے

میں تو آدمؔ ہوں ہا کے پردے میں
اور بندہ ہوں لا کے پردے میں

میں بظاہر ہوں کچھ بہ باطن کچھ
ہوں حقیقت اِلاَّ کے پر دے میں

ہر نفس میں خدائی رقصاں ہے
کیا خدا ہوں اَنا کے پردے میں

حُسن بینا ہے عِشق نابینا
مضمر ہے ظُلمت ضیاء کے پردے میں

کیا ہی منصور سے ہوئی لغزش
کیا بَلا تھی اَنا کے پردے میں

کون ہے لَم یَلِدۡ وَلَم یُولَدۡ
کون ہے خودنما کے پردے میں

مجھکو اک راز کا کیا پردہ
چھپ گیا خود وہ آ کے پردے میں

ایسا بھی کیا جنوں ہے رضواںؔ
بات رکھو حیا کے پردے میں

رہنمائے جہاں میرے پیر مُغاں
میری تسکین جاں میرے پیر مُغاں

میں اِسی ایک نکتہ کی تفسیر ہوں
جس سے ہے کُل جہاں میرے پیر مُغاں

ایک نکتے میں کتنے ہیں نکتے بتا
کہہ گیا نکتہ داں میرے پیر مُغاں

کھول کر گنج مخفی کی تفسیر کر
ہے خفی وہ کہاں میرے پیر مُغاں

فاصلہ عَبد وَرَب میں ہے کِتنا بتا
راز حق کر بیاں میرے پیر مُغاں

تن میں ابلیس واللہ نبی ہے کہاں
کر حقیقت عیاں میرے پیر مُغاں

میں نے مانا کہ شہہ رَگ سے ہے وہ قریں
ہے وہ رگ میں کہاں میرے پیر مُغاں

عرش کو میں نے دیکھا ہے خود فرش پر
کیا یہ سچ ہے بیاں میرے پیر مُغاں

ایک ملحد نے چھیڑا ہے اس راز کو
ہے وہ رضواں میاں میرے پیر مُغاں

اگر خدا ہے تو میں نہیں ہو اگر ہوں میں تو خدا نہیں ہے
ہے اس قدر تنگ راہ اُلفت کہ اس میں دو کی جگہ نہیں ہے

خدا میں مَیں ہوں خدا ہے مجھ میں یہی ہے وحدت یہی ہے کثرت
یہی اکائی کا ہے معمہ اِسی میں سب کچھ ہے کیا نہیں ہے

بنا سمجھکر کیا جو سجدہ نہ جانے آئی نِدا کدھر سے
تمہیں مُبارک ہو ایسا سجدہ ہمیں یہ سجدہ روا نہیں ہے

ہے وہ عبادت مقامِ عبرت کہ سیر جس سے نہ ہو طبیعت
نہ کیجئے ایسی کبھی عبادت کہ اس کا بھوکا خدا نہیں ہے

رہ طریقت میں آکے دیکھو یہیں پہ کھلتے ہیں راز باطن
یہ یاد رکھو کہ اس سے ہٹ کر کوئی بھی کامل ہوا نہیں ہے

جھکا رہا ہوں میں اپنے سر کو خدارا کچھ اس کی لاج رکھنا
یہ سر وہ ہے جو بجز تمہارے کسی کے آگے جھکا نہیں ہے

پڑھا نمازیں رکھا بھی روزہ قرآن کی بھی کیا تلاوت
مگر جو راز خفی تھا رضواں بِنا وہ مرشد کھُلا نہیں ہے

نہ ہوتا صورت اللہ میں انسان اگر پیدا
تو ہوتا یاد رکھو آدمی سے جانور پیدا

یہ مانا ہوتا ہے انسان میں علم و ہنر پیدا
مگر ایسا بھی کیا علم و ہنر جس سے ہر شر پیدا

چمک نور سحر بن کر عمل کچھ ایسا کر پیدا
کہ جیسے وادئ ظلمت سے ہوتی ہے سحر پیدا

عمل وہ کیا عمل جس سے نہ ہو خود کی شناسائی
شجر وہ کیا شجر جس سے نہیں ہوتے ثمر پیدا

خلاصہ اس کی ہرجائی کا پوچھا تو کہا اس نے
ارے اندھے محبت ہم سے ہے تو کر نظر پیدا

اُٹھو موسیٰؑ بنو فرعونیت کو داب دو رضواںؔ
سُنا ہے کہ ہوا ہے بر زمیں پھر ایک ثمر پیدا

راز جو کچھ بھی ہے وہ حضرتِ انسان میں ہے
گنجِ مخفی کا خُلاصہ اِسی قرآن میں ہے

نہ روایات و اَحادیث نہ قرآن میں ہے
نحنُ اَقربُ کا خلاصہ دمِ اِنسان میں ہے

جاننا فرض ہے کچھ جان لے انجان نہ بن
جاننے کا جو معمّہ ہے تیری جان میں ہے

آپ اپنے کو سمجھ جائے تو اِنسان بس ہے
رب کی پہچان نہاں اپنی ہی پہچان میں ہے

دِل سے پوچھا کہ خدا تجھ میں ہے بتلا تو کہا
کچھ ابھی جھول ترے پردۂ ایمان میں ہے

ظاہری عِلم میں وہ لطف کہاں ہے رضوانؔ
باطنی عِلم کا جو لطف دِل و جان میں ہے

وہ کیا جانے کہ آخر رمز کیا ہے خود پرستی میں
رہا کرتے ہیں جو دن رات حیوانوں کی بستی میں

میری ہستی تسلّط ہوتی جاتی ہے ہر اک شئے پر
نہ جانے کونسی ہستی ہے شامل میری ہستی میں

تخیُّل پَست رکھتے ہیں جو خود کو بھُول بیٹھے ہیں
کہ جس طرح رہا کرتے ہیں پَست اقوام پستی میں

قسم شیخ حرم کے عِشق کو مِعراج ہوجاتی
وہ بھولے سے جو آجاتا کبھی رِندوں کی بستی میں

میری بادہ پرستی پر نہ کر تنقید اے زاہد
تجھے کیا علم کہ کیا راز ہے بادہ پرستی میں

یہ کس مستانہ روسے سابقہ تم کو پڑا رضواں
کہ مستانہ بنے رہتے ہو تم ہر وقت مستی میں

ہاتھ میں کِس کا ہاتھ دیوانے
کون دیتا ہے ساتھ دیوانے

کیا ہے اَنْتَ اَنا اَنا انت
غیریت میں ہے مات دیوانے

شیخ رہبر ہی پر نہیں موقوف
حق ہے کُل کائنات دیوانے

دعویٰ ... وحدت کا اور تصوّر غیر
کیسے ہوگی نجات دیوانے

ہو جا دیوانے پن سے بیگانہ
دِل میں رکھ دِل کی بات دیوانے

قبر میں کون کس کی آتے ہیں
جیتے کے سب ہیں ساتھ دیوانے

ہم نہیں دم تو کون ہے ہمدم
کون ہے دم کے ساتھ دیوانے

خود کو خود میں تلاش کر رضواںؔ
ہیں اہم یہ نکات دیوانے

وہ دِل میں ہے یقیں آتا نہیں کیوں
دِل مُضطر سُکوں پاتا نہیں کیوں

میرا ہر فعل ہے فعلِ حقیقی
مجھے شیطان بہکاتا نہیں کیوں

ترا ہر حکم سر آنکھوں پہ زاہد
حقیقت کیا ہے سمجھاتا نہیں کیوں

وہ نکتہ جس سے ہو ایمان کامل
وہ نکتہ کوئی بتلاتا نہیں کیوں

ہوالظاہر کا دعویٰ کرنے والے
کہاں ہے تو نظر آتا نہیں کیوں

کہاں تک راز کی تحقیق رضوآں
سراپا راز بَن جاتا نہیں کیوں

نفس کی آمد وشد میں ریاضت ہو تو ایسی ہو
ثنائے شان توحید و رسالت ہو تو ایسی ہو

کہیں سجدہ زمیں پر ہو پرستش ہو کہیں خود کی
شریعت ہو تو ایسی ہو طریقت ہو تو ایسی ہو

وہ سنگِ آستاں جو ایک سجدے کے لئے ترسے
جبینِ ناز میں شانِ عقیدت ہو تو ایسی ہو

وہ دور اتنے کہ شہہ رگ میں قریب اتنے کہ سب کچھ وہ
جو دوری ہو تو ایسی ہو جو قربت ہو تو ایسی ہو

اِدھر نکلے زباں سے نام ساقی کا اُدھر بخشش
جو بخشش ہو تو ایسی ہو جو نِسبت ہو تو ایسی ہو

تمنا ہے کہ پائے یار پر رندوں کا دم نکلے
کہ رضواں کم سے کم رِندوں کی قِسمت ہو تو ایسی ہو

زباں سے یوں تو کلمہ کا سبھی اقرار کرتے ہیں
مگر تصدیقِ دل سے لاکھوں میں دوچار کرتے ہیں

بشر سے یوں وہ اپنے نور کا اظہار کرتے ہیں
جب ہی تو ہم بشر بن کر بشر سے پیار کرتے ہیں

سمجھ کر سوچ کر اقرار کر تصدیق کر غافل
یہ ایسے بول ہیں جو خود پلٹ کر وار کرتے ہیں

ہمارا کارنامہ خُلد میں وہ گُل کِھلایا ہے
ہمارا ذکر اب تک واں گُل و گلزار کرتے ہیں

نہ سوچے ہیں نہ سمجھے ہیں نہ دیکھے ہیں نہ بوجھے ہیں
تعجب ہے کہ ہم لَاحَولْ پڑھ کر وار کرتے ہیں

کوئی دِل والا ہے تو ہم کو بھی دیدار کروادے
سُنا ہے اس کا ہر ذرّے میں سب دیدار کرتے ہیں

سلیقے سے عبادت آج تک ہم کو نہیں آئی
فقط معبود سے ہم ڈرتے پیار کرتے ہیں

تمہارا علم رضواں لاکھ کفرانہ سہی لیکن
تمہارے بول سونے والوں کو بیدار کرتے ہیں

خفی میں ایک دن مجھ سے وہ پوچھا بول کیا ہونا
کہا میں نے جسد احمد کا چہرہ آپ کا ہونا

بجز انساں کے ان کی شکل کی پہچان مشکل ہے
خود اپنی شکل کو پہچاننے اک آئینہ ہونا

فرشتو بحث یہ مَن رَبُّکَ کی چھیڑتے کیوں ہو
ذرا جا کر اسی سے پوچھ لو ہم اس کے کیا ہونا

عجب ہے رمز وحدت کا عجب ہے راز کثرت کا
اسی کو ہے یہ زیبا ایک ہو کر جابجا ہونا

نہ ہوتا لا تو ہوتا کب اِلٰہ اور اِلَّا اللہ
اِلٰہ اور اِلَّا اللہ اگر بنتا تو لَا ہونا

محبّت میں گلے کا ہار ہو کر وہ یہ کہتے ہیں
ارے کمبخت اِس سے بڑھ کے تجھکو اور کیا ہونا

عبادت اور ہے رضواں صداقت اور ہے رضواں
نہیں ہر شخص کی قِسمت میں رضواں پارسا ہونا

تحقیق مَن عَرف نے عجب کام کرگیا
میں تو کی بحث ختم ہوئی دَرد سرگیا

اِنساں کے سارے جسم میں اللہ بھر گیا
شیطان کو جگہ نہ ملی وہ کِدھر گیا

افسوس ساری عمر ہَوس میں گذر گئی
آخر کو کچھ نہ ہاتھ لگا خود ہی مرگیا

سچی اگر لگن ہے تو مت فِکر کیجئے
سمجھو کہ اپنا دَامنِ اُمید بھر گیا

کم ظرف جو ہیں ان کو یہاں پر جگہ نہیں
جو اعلیٰ ظرف تھا وہ یقیناً سَنور گیا

شاید کہ ان کی شکل میری شکل ایک ہے
آ آ کہ اک فرشتہ مجھے دیکھکر گیا

کیا کچھ سمجھ میں آگیا رضواںؔ سہم گئے
وہ وَلوَلے وہ ذوق وہ جذبہ کِدھر گیا

صاحبِ عرش فرش پر آیا
کیاکسی کو کہیں نظر آیا

بس یہی ہوگا حشر میں محسوس
صبح کا بھولا شام گھر آیا

جُستجو میں وہ نہ مِلا نہ سہی
مقصدِ آرزو تو بر آیا

غیب کہتے ہیں کس کو سمجھاؤ
کیسے اِیمان غیب پر آیا

خود کے جلوؤں کو دیکھنا تھا اسے
اس لئے بَن کے وہ بشر آیا

زاہد خشک کا خدا حافظ
ہائے اب تک نہ راہ پر آیا

کہیں محشر میں وہ نہ یہ کہدیں
بے خبر جا کے بے خبر آیا

اب زبان بند ہوگئی رضواںؔ
یہ نہ پوچھو کہ کیا نظر آیا

سارے مذہب اِسی کی شان کے ہیں
تفرقے سب اسی نِشان کے ہیں

صرف وہ کہہ گئے اَنَا بَشَرٌ
سارے جھگڑے اِسی بیان کے ہیں

کیا ملیں گے کسی مکان میں وہ
رہنے والے جو لَامکان کے ہیں

جو میرے دِل کو اپناگھر سمجھے
ہم فِدا ایسے میزبان کے ہیں

جس کا ڈھونڈھے سے بھی نِشان نہ ملے
ہم نِشان ایسے بے نِشان کے ہیں

پنج اوقات پر نہیں موقوف
ایک اک لمحے اِمتحان کے ہیں

نیک اعمال فرض ہیں رضواںؔ
لاکھ آپ اَعلیٰ خاندان کے ہیں

رشتہ اگر نہ جوڑتے پیرِ مغاں سے ہم
واقف نہ ہوتے پھر کبھی سرِ نہاں سے ہم

منہ اپنا آج موڑ کے سارے جہاں سے ہم
فرمارہے ہیں عشق بتِ بے نشاں سے ہم

پوچھیں تو کس سے پوچھیں پتہ ہم مکان کا
نکلے ہوئے ہیں جب کہ ہی اک لامکاں سے ہم

مدّت سے جستجو تھی کہ آخر وہ کون ہے
آواز آئی دُور ہیں وہم و گماں سے ہم

ہم میں ہمیں ہیں ہم سے نہیں ہے کوئی جُدا
اپنا ہی ذکر سنتے ہیں اپنی زبان سے ہم

گذرے نہیں جدھر سے رہا عالمِ سکوت
اک حشر ہی بپا ہوا گذرے جہاں سے ہم

رضواں وہ پاک ذات ہے اور اس کا پاک نام
آتی ہے شرم کیسے لیں گندی زباں سے ہم

کِسطرح اب عِشق کا اپنے کریں اظہار ہم
آج کل کرنے لگے ہیں خود سے اپنے پیار ہم

محوِ نظارہ ہیں یوں اک لمحہ کی فرصت نہیں
کِسطرح اب مُڑ کے دیکھیں جانبِ اغیار ہم

کاسئہ اُمید پر ہے دولتِ عرفان سے
اے جہاں والو نہ یہ سمجھو کہ ہیں لاچار ہم

ہم کبھی رہتے ہیں خود میں اور کبھی خود سے جُدا
ایک حالت پر نہیں رہتے کبھی بے کار ہم

مئے پرستی دین ہے پیرِ مُغاں ایمان ہے
جانتے ہیں جاننے والے کہ ہیں دیندار ہم

حشر کیا اور کیا عذاب حشر کا ہو خوف کیا
زیست میں دیکھے ہیں ایسے حشر لاکھوں بار ہم

جانبِ اغیار اٹھ جائے نظر ممکن نہیں
سامنے رکھیں ہیں رضواں صورت دِلدار ہم

بہروپیا ہے یار مکاں ہے مکیں کہیں
بے پردہ ہے کہیں تو ہے پردہ نشیں کہیں

بن کر احد وہ صورتِ آدم میں چھپ گیا
دیکھو تو ایسی شکل جہاں میں نہیں کہیں

نکلا تلاش حق میں تو ہاتف نے دی صدا
جاتا کدھر ہے دیکھ وہ ہوگا یہیں کہیں

راہِ طلب میں پائے گئے ایسے موڑ بھی
خود کو خدا بھی کہنا پڑا ہے کہیں کہیں

پیرِ مغاں کی در کی کشش جس جبیں میں ہو
دیر و حرم میں جھکتی ہے ایسی جبیں کہیں

علم الیقیں سے ہو نہ سکا جب یقینِ حق
تحقیق من عرف سے ہوا تب یقیں کہیں

رضواں دیارِ عشق میں بننا پڑا مجھے
کافر کہیں کہیں تو مسلماں کہیں کہیں

خوش نصیبوں کو میسّر ہے خمارِ بندگی
لُوٹتے ہیں لُوٹنے والے بہارِ بندگی

لاج رکھ اے صورتِ جاناں ہماری لاج رکھ
درحقیقت ہے تجھی پر انحصارِ بندگی

بندگی کرنے کو زاہد صبح کیا اور شام کیا
دیکھ محوِ بندگی ہے جان نثارِ بندگی

خود سراپا بندگی بن بندگی کر اس طرح
بندگی خود کہہ اُٹھے پروردگارِ بندگی

خدمتِ مخلوق کا بھی بندگی میں ہے شمار
واہ واہ کیا خوب ہیں نقش و نگارِ بندگی

دِل کو اے زاہد تو پہلے آئینہ خانہ بنا
دیکھ پھر چلتے ہیں کیسے کاروبارِ بندگی

بندگی کا لطف پانا ہے حقیقت میں اگر
ٹوٹنے پائے نہ اے رضواں حصارِ بندگی

وہ نہاں میں عیاں نظر آیا
میں عیاں میں نہاں نظر آیا

کچھ نہاں کچھ عیاں نظر آیا ہے
بے نشاں کا نشاں نظر آیا

کیا کہوں وہ کہاں نظر آیا
سب جہاں ہیں وہاں نظر آیا

عرش اس کا مقام ہے ہوگا
وہ تو ہم کو یہاں نظر آیا

دعویٰ میں پن کا ہر بشر کو ہے
ہر بشر رازداں نظر آیا

میں و تو کا ہے تذکرہ ہر سو
ہم کو وہم و گماں نظر آیا

ہم جہاں میں تو ہیں مگر رضوآں
ہم کو خود میں جہاں نظر آیا

عرش والے کو فرش پر دیکھا
راہ بھٹکے کو در بدر دیکھا

اَسفَلَ السَّافِلِینَ لاکھ سہی
ہر بشر کو عُروج پر دیکھا

سب کو سمجھا تجلئ جاناں
نظرِ بَاطن جو ڈال کر دیکھا

کب سکونِ نظر ہوا حاصل
ذرّے ذرّے کو چھان کر دیکھا

ان کی صورت میں مَیں نظر آیا
اِس قدر ان کو گھُور کر دیکھا

عِلم ظاہر ہو یا کہ باطن ہو
ختم اپنے وجود پر دیکھا

حکم ذوقِ نظر ہے یہ رضواں
شِرک ہے غیر کو اگر دیکھا

ایک صورت ہزار کی صورت
اب نِکل آئی پیار کی صورت

ڈھال جیسی اَنانیّت میری
ذکر میرا حِصَار کی صورت

تنگدستی پہ مُسکراتا ہوں
ہے خزاں میں بہار کی صورت

آج تک کچھ سمجھ میں آ نہ سکا
سارا عالم غُبار کی صورت

قصۂ طُور کس سے جا پوچھیں
نور کیوں پایا نار کی صورت

میری صورت سے ملتی جلتی ہے
میرے پروردگار کی صورت

اب وہ آئیں گے اب وہ آئیں گے
ہے یہی اِنتظار کی صورت

گوش و لب اور چشم بند رضواںؔ
ہے یہی اک قرار کی صورت

جو کہدوں راز مے نوشی کرے زاہد دھرم صدقے
یہ وہ میخانہ ہے جس پر کہ ہوں دیر و حرم صدقے

رموزِ عاشقی ہے یہ بھلا زاہد تو کیا جانے
صنم پر ہم کبھی صدقے کبھی ہم پر صنم صدقے

کچھ اس معصومیت سے اعترافِ جُرم کرتا ہوں
کہ رحمت جوش پر آتی ہے ہوتا ہے کرم صدقے

وضو اشکِ ندامت سے بنا کر جب کیا سجدہ
تو خود کعبہ پکار اٹھا کہ آ ہو جائیں ہم صدقے

جو کی حمد و ثناء ان کی لرز اُٹھے طبق چودہ
فرشتے وجد میں آئے ہوا لوح و قلم صدقے

میرے عزمِ مصمّم پر میرے ذوقِ تجسس پر
کہ منزل جادہ منزل کے ہیں سب پیچ و خم صدقے

میں اس میخانہ طیب کی اک بُنیاد ہو رضوان
کہ جس پر دیر و کعبہ مندر و مسجد اِرم صدقے

توحید حق کاہاتھ میں سامان آگیا
دیکھا جو اپنے آپ پہ ایمان آگیا

تحقیق میں چھلانگ لگانے کی دیر تھی
سجدہ گذارنا مجھے آسان آگیا

دیر و حرم کی بھول بَھلیوں کو دیکھکر
چکّر میں ہَست و نِیست کی انسان آگیا

جامِ اَنا کو منہ سے لگانے کی دیر تھی
دریائے فِکر و ہوش میں طوفان آگیا

طئے کسطرح سے ہونگے من وتو کے مرحلے
یارب یہ کیسا راستہ گنجان آگیا

محشر میں حشر والے کہیں مجھکو دیکھکر
دیکھو وہ دیکھو صاحب ایمان آگیا

رضواںؔ سکون کیوں نہ ہو اب ہے خداگواہ
اب ہاتھ میرے مخزن عرفان آگیا

اب وہ نزدیک ہوں یا دور سمجھ میں آیا
ہم سمجھنے سے ہیں مجبور سمجھ میں آیا

جاننا خود کو سدا خود کی تِلاوت کرنا
میکشوں کا ہے یہ دستور سمجھ میں آیا

دِل سے جو بات نِکلتی ہے اثر رکھتی ہے
صور مَن کا ہوا منصور سمجھ میں آیا

فِکر اِبلیس میں اک عمر گذاری میں نے
کیوں یہ کمبخت ہے مشہور سمجھ میں آیا

خود جو سمجھے ہیں کسی کو نہیں سمجھا سکتے
یہ سمجھ والوں کا دستور سمجھ میں نہیں آیا

سچ جو پوچھو تو جلانے کی صِفت نار کی ہے
نُور سے کیسے جلا طور سمجھ میں آیا

لاکھ ہو فرش سے تا عرش رسائی رضواںؔ
بندہ پھر بھی تو ہے مجبُور سمجھ میں آیا

یار کی خودستائی خدا کی قسم
ہر بشر میں سمائی خدا کی قسم

اہلِ نسبت کی مت پوچھئے دوستو
عرش تک ہے رسائی خدا کی قسم

ہے خدا کی قسم ذکر حق دم بہ دم
ہر نفس میں خدائی خدا کی قسم

بحث چلتی رہی میں و تو کی مگر
کچھ سمجھ میں نہ آئی خدا کی قسم

جستجو گر سلامت رہے دیکھ پھر
غیب سے رہنمائی خدا کی قسم

درد و دکھ رنج و غم حاصل عشق ہیں
عمر بھر کی کمائی خدا کی قسم

آپ کے مکر و فن میں ہے رضواں
میاں
آپ کی پارسائی خدا کی قسم

نسبت باخدا ہو گئی
سر چھپانے جگہ ہو گئی

ہاتھ میں ہاتھ کیا مل گیا
زندگی پُر ضیاء ہو گئی

خُلد سے کیوں نکالے گئے
ایسی کیسی خطا ہو گئی

نسبت باخدا کی قسم
جُستجو رہنما ہو گئی

ہم ہی اپنے پجاری بنے
بندگی باصفا ہو گئی

عِشق میں تو سے میں ہو گیا
عِشق کی اِنتہا ہو گئی

خود میں خود کا نِشان دیکھکر
پانی پانی حیا ہو گئی

کافر عشق رضواں بنے
غیرت سب ہوا ہو گئی

گمشدہ کا پتہ لگایا ہوں
بے نشاں کا نشان پایا ہوں

جستجو نے بہت دیے دھوکے
عرش تک جا کے لوٹ آیا ہوں

اپنی خودداریاں بھی خوب رہیں
خود کو کھویا ہوں خود کو پایا ہوں

کل تھا مَن میں آج تو مَن میں
دور جا کر قریب آیا ہوں

اس کے جلوؤں کے کچھ نہیں پایا
جس طرف بھی نظر اٹھایا ہوں

جس کا سایہ نظر نہیں آتا
دیکھ لو میں اسی کا سایہ ہوں

دین و ایمان کھو چکے رضواںؔ
تب کہیں میں سکون پایا ہوں

ہر نفس اِک میں وتو میں جنگ ہے
جستجو کی راہ بھی کیا تنگ ہے

ڈھونڈھ لیجئے صاف ہے اس کا پتہ
بے نشاں بے روپ ہے بے رنگ ہے

میری خوداری کے عالم پر نہ جا
میرے اس عالم پہ عالم دنگ ہے

کسطرح آئے گا زاہد راہ پر
پائے ایماں میں ابھی کچھ لنگ ہے

ایک ہی پاتا ہوں رنگ ہر رنگ میں
میری یکرنگی بھی کیا بیرنگ ہے

جلوۂ حق اس کو کب آئے نظر
قلب پر جس کے دوئی کا زنگ ہے

ہوش میں آجائیے رضواں میاں
کچھ ابھی ایمان میں پاسنگ ہے

یار چھپا ہے ہر بندے میں ایسا لگتا ہے
ہر بندے کو غور سے دیکھو کیسا لگتا ہے

شکل ہماری سامنے رکھ کر وہ یوں کہتے ہیں
واہ ری قِسمت یہ تو اپنے جیسا لگتا ہے

جُھوٹی بات کہوں تو سب کو میٹھی لگتی ہے
سچّے بول کہوں تو سب کو کڑوا لگتا ہے

اللہ والے دنیا میں کچھ ایسے بھی ہوں گے
اللہ نبی کے ذکر سے جن کو جھٹکا لگتا ہے

ذکر خدا تو خوب ہے لیکن ذکر خودی محبوب
تو ہی بتا انصاف سے زاہد کیسا لگتا ہے

آئینہ اللہ کے جیسا آدم پاکیزہ
لاکھ اسے تم الٹو پلٹو سیدھا لگتا ہے

شان ہے اس کی سب سے اعلیٰ قدر کرو یارو
دیکھنے کو یہ بندہ ایسا ویسا لگتا ہے

عِشق میں ان کی خاطر رضوانؔ اتنے غم کھائے
یاد کرو تو آج بھی ہر غم تازہ لگتا ہے

خودی اپنی مونث ہے خدا اپنا مذکّر ہے
یہ دونوں مِل گئے ایسے کہ تن سارا مُعطر ہے

یقین کی چارپائی ہے تو تکیہ ہے تصوف کا
ہے کمبلی معرفت کی اور اِلاَّ اللہ کا بِستر ہے

ہے چُولہا علِم کا ہانڈی عمل کی عِشق کا سودا
لگی ہے آگ نِسبت کی عجب نُورانی منظر ہے

یقین محکم عمل پیہم محبّت فاتِح عالم
یہی وہ خاص نکتے ہیں نہ جادو ہے نہ منتر ہے

فقط مندر و مسجد پر نہیں موقوف اے زاہد
زمیں سے آسماں تک نُور ہے شانِ پیغمبر ہے

حقارت سے کسی کو دیکھنا شیوہ نہیں اپنا
ہر ایک میں نور رَبُّ العٰلمیں ہے ذاتِ اَطہر ہے

ہم اپنے نام کی تعریف رضواںؔ کر نہیں سکتے
مونث میں مونث ہے، مذکر میں مذکّر ہے

ایسا نکتہ بیان کر دینا
ختم ذکراللسان کر دینا

جو بھی لینا ہے جو بھی دینا ہے
جان کر لینا جان کر دینا

لامکاں جا کے ٹھہرنے والے
اور اونچی اُڑوان کر دینا

جا بجا حق کو ڈھونڈھنے والو
حق جہاں ہو نشان کر دینا

ہاں یہی سوچ کر تو میں چپ ہوں
کیوں کسے بے ایمان کر دینا

کون سنتا ہے راز حق رضواں
بند اپنی زبان کر دینا

کچھ کسر اب نہ اٹھا رکھ میرے پلوانے میں
ساقیا گھول دے میخانے کو پیمانے میں

کعبۂ اللہ کا نمونہ ہے میرا میخانہ
کعبہ والا جو نظر آتا ہے پیمانے میں

ایسے میخوار پہ سو بار خدائی صدقے
مر کے میخانے میں ہو دفن بھی میخانے میں

کیا ڈراتا ہے فلک برق و شرر سے مجھکو
ہیں کئی برق مقیّد میرے کاشانے میں

مار سکتا ہے جِلا سکتا ہے مَر سکتا ہے
خوبیاں کتنی نہیں ہیں تیرے دیوانے میں

فرق ہے حق و صداقت کا یہیں پر زاہد
میرے میخانے میں اور تیرے، حرم خانے میں

زندگی اپنی یوں ہی بیت رہی ہے رضواں
دن کو کعبہ میں رہے رات کو میخانے میں

روح پردہ دھیان پردہ ہے
جسم پردہ ہے جان پردہ ہے

نفس بھی ہے مثال پردے کے
دِل بھی ائے مہربان پردہ ہے

خواب پردہ خیال بھی پردہ
وہم پردہ گمان پردہ ہے

میں بھی تو اک لطیف پردہ ہوں
میرا ہر اک بیان پردہ ہے

غور کر ہر بشر ہے پردے میں
آپ اپنے کو جان پردہ ہے

طائرِ عشق سے جواب مِلا
ہو جہاں تک اڑان پردہ ہے

پردہ کیسا ہے کیا کہوں رضواں
کیسے کھولوں زبان پردہ ہے

جب تصوّر میں کبھی غیر کا نقشہ آیا
ہاتفِ غیب سے اِک شِرک کا فتویٰ آیا

کام آئی تو فقط حشر میں نیّت آئی
ذِکر آیا نہ نماز آئی نہ روزہ آیا

یہ تو اک عِلم کی ہے تسمیہ خوانی اے دوست
کہ اَناالحَق کا زباں پر میری نعرہ آیا

مل کے جاتا جو ذرا مجھ سے تو دیدار بھی تھا
شیخ کعبہ گیا اندھا گیا اندھا آیا

یہ نہ سمجھو کہ بشر تھا وہ گیا عرش پہ جو
تھا وہ - اللہ کا سایہ گیا سایہ آیا

صرف ہیئت کے بدلنے سے بشر بن بیٹھے
یعنی اک دریا تھا جو صورت قطرہ آیا

اپنے توحید وتصوف کے بیاں پر رضواںؔ
وجد میں کعبہ تو کیا صاحبِ کعبہ آیا

حقیقت اپنی گر بندہ سمجھ لے
نہ جانے خود کو وہ کیا کیا سمجھ لے

سمجھنا ہے تو بس اتنا سمجھ لے
خودی کو یار کا جلوہ سمجھ لے

خدا کیسا ہے کیا دیکھے گا اس کو
تو جیسا ہے اسے ویسا سمجھ لے

ابھی کھُل جائے پردے کی حقیقت
اگر خود کو کوئی پردہ سمجھ لے

جو ظاہر ہے وہی ہے رمزِ باطن
سمجھ لے رازِ ظاہر کا سمجھ لے

سبھی آعضاء ہیں تیرے تو کہاں ہے
بڑا باریک ہے نکتہ سمجھ لے

اگر خود کی ہوئی پہچان رضوانؔ
تو بس اس یار کو سمجھا سمجھ لے

جنّت ملی خوشی نہ ملی بلکہ غم ملے
غم یہ کہ بندگی کے ہمیں دام کم ملے

مِعراج مومنوں کی عبادت میں چھُپ گئی
مِعراج اپنی ہوگئی جب ہم سے ہم ملے

چلنے کو یوں تو سب ہی چلا کرتے ہیں مگر
یوں چل کہ ان کے نقش قدم سے قدم ملے

بے لوث کر رہے ہیں پرستش خدا گواہ
دوزخ کا خوف ہے نہ خوشی ہے اِرم ملے

کہتے تو سب ہیں آئے عدم سے وجود میں
مجھکو یہ فکر ہے کہ نشانِ عدم ملے

دِل ایک تھا جو ایک صنم پر ہی آگیا
یوں تو صنم ہزاروں خدا کی قسم ملے

پوچھو ذرا اِسی سے کہ ہم اس کے کون ہیں
کوئی ملانہ ہوگا اسے جیسے ہم ملے

رضواؔں تمہارا بخت بھی کیا خوب بخت ہے
پینے کو بحرِ اَشک تو کھانے کو غم ملے

میں آج کسی کی اُلفت میں گھر بار لُٹائے بیٹھی ہوں
اک اس کی محبت کی خاطر یہ حال اُٹھائے بیٹھی ہوں

وہ آنکھ شرابی مست ادا پر کیف نظر اللہ اللہ
نقشہ پہ تمہارے مکھڑے کا آنکھوں میں سمائے بیٹھی ہوں

اب حشر میں میری لاج رکھیں وہ یا نہ رکھیں ان کی مرضی
ہر حال میں میں تو ان ہی پر اک آس لگائے بیٹھی ہوں

دل میرا تصور سے ان کے ہر وقت درخشاں رہتا ہے
ہر وقت میں ان کی یادوں کا اک جشن منائے بیٹھی ہوں

میں اپنے پیا کے بلہاری میں جان پیار سے واری
منہ موڑ کے دنیا سے ان کو اب اپنا بنائے بیٹھی ہوں

میں کون ہوں کیا ہوں کس کی ہوں کس رنگ میں ہوں کوئی کیا جانے
سچ پوچھو تو میں اس دنیا میں اک ڈھونگ رچائے بیٹھی ہوں

کعبہ سے نہ مجھکو مطلب ہے نہ مجھکو مندر سے
میں اس کی پجارن ہوں جس کو رگ رگ میں سمائے بیٹھی ہوں

وہ یار میرا جس دن سے چراغ طور بنا بیٹھا رضواں
میں خود کو چراغ طور کا اک پروانہ بنائے بیٹھی ہوں

بندگی کون کرتا نہیں ... بندگی فرض ہے آدمی کے
لئے سچ جو پوچھو تو اس عشق کی راہ میں حوصلہ چاہئے بندگی کیلئے

بندگی سہل بھی اور دشوار بھی بندگی جیت بھی بندگی ہار بھی
کیلئے بندگی کا معمہ نہ حل ہوسکا سینکڑوں مٹ گئے۔ بندگی

کام دے گا نہ زاہد تیرا میں پنا یہ تیری کم سمجھ یہ تیرا بچپنا
کیلئے بن کسی کا یا اپنا کسی کو بنا رہنما ڈھونڈھ لے رہبری۔

رات گہری تھی اور راستہ پُرخطر ٹھوکریں کھا رہا تھا میں ہر گام پر
کیلئے ہاں مگر تھا جہاں ان کا نقش قدم وہ چمکنے لگا روشنی

لا کا کہنا زباں سے تو آسان ہے ایسی باتوں میں ناداں کہاں جان ہے
کیلئے سینکڑوں مرتبہ لا کہا ... کیا ہوا چاہئے ظرف خود کی نفی

سات نکتوں سے آدھا ہے کلمہ عیاں اور آدھے کا کیسے کروں میں بیاں
کیلئے طاق کا یہ معمہ ہے پہچان لئے کہنا جائز نہیں ہر کسی

میں کے معنی لغت میں ملیں اللہ کے عقل کی اس لغت میں ذرا ڈھونڈھ لے
کیلئے میں کہوں گا تو رضوان نہ ہوگا یقیں خود کی تحقیق ہو آگہی

مظہر نارونور کیا سمجھے
عَبد ورَب کا ظہُور کیا سمجھے

سمجھے ہوں گے ضرور کیا سمجھے
کچھ تو کہیئے حضور کیا سمجھے

اک تجلّی میں ہوگئے بے ہوش
جَل گیا کوہ طوُر کیا سمجھے

اِتنا نزدیک ہے وہ شہہ رگ میں
عرش پر ہے وہ دوُر کیا سمجھے

ہیں محمّدؐ کہاں وہ کیسے ہیں
جن سے ہے کل ظہُور کیا سمجھے

حق مقیّد ہے نہ کہ مُطلق ہے
پھر بھی ہے وہ ضرور کیا سمجھے

نہ وہ نزدیک وہ دور ہے رضواںؔ
ہے وہ نزدیک ودوُر کیا سمجھے

نظر کے روبرو ہر آن حق ہے
فرشتہ ہو کہ یا انسان حق ہے

جو پہنچا عرش پر میں حق سے ملنے
ندا آئی کہ خود کو جان حق ہے

نہ سمجھو اپنی صورت غیر کی ہے
یہی ہے صورت رحمان حق ہے

کہا چپ کے سے یوں پیرِ مُغاں نے
خود اپنے آپ کو پہچان حق ہے

دماغ و دل پہ حق چھایا ہوا ہے
کبھی مشکل کبھی آسان حق ہے

دوکان معرفت کے ہم ہیں مالک
یہاں جو کچھ بھی ہے سامان حق ہے

نہیں ہرگز میں بے ایمان رضوانؔ
ہے اپنے آپ پر ایمان حق ہے

خداپیش نظر ہر آن تم دیکھنے نہ ہم دیکھے
مکمّل کیسے ہو ایمان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

نہ ہم جنّت کو سمجھے ہیں نہ ہم دوزخ سے واقف ہیں
محل جنّت میں عالیشان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

ہمارا غیب پر ایماں تو ہے ہر حال میں لیکن
کہاں پر غیب ہے نادان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

محمدؐ مالکِ کونین حاضر بھی ہیں ناظر بھی
مگر کیسے ہیں وہ سلطان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

مجھے یہ فکر ہے حوّا کی صورت کس کی صورت ہے
یہاں خاموش ہے قرآن تم دیکھے نہ ہم دیکھے

بتاؤ آیتِ لَاحَولُ میں تعریف کس کی ہے
کہاں سے آگیا شیطان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

ملے اب تک نہیں خود حضرتِ رضواں ہی رضواں سے
چھپا ایسا وہ بے ایمان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

خدا پیش نظر ہر آن تم دیکھنے نہ ہم دیکھے
مکمّل کیسے ہو ایمان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

نہ ہم جنّت کو سمجھے ہیں نہ ہم دوزخ سے واقف ہیں
محل جنّت میں عالیشان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

ہمارا غیب پر ایماں تو ہے ہر حال میں لیکن
کہاں پر غیب ہے نادان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

محمدؐ مالکِ کونین حاضر بھی ہیں ناظر بھی
مگر کیسے ہیں وہ سلطان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

مجھے یہ فکر ہے حوّا کی صورت کس کی صورت ہے
یہاں خاموش ہے قرآن تم دیکھے نہ ہم دیکھے

بتاؤ آیتِ لاحول میں تعریف کس کی ہے
کہاں سے آگیا شیطان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

ملے اب تک نہیں خود حضرتِ رضواؔں ہی رضواؔں سے
چھپا ایسا وہ بے ایمان تم دیکھے نہ ہم دیکھے

کیوں ڈراتے ہوائے قبر کے منکرو جاؤ رندوں پہ کچھ حق تمہارا نہیں
ساقئ میکدہ کے ہیں پالے ہوئے یہ نہ سمجھو کہ کوئی ہمارا نہیں

رَب عالم ہے سب کو پرکھتا ہے وہ عِشق مادر سے بھی بڑھ کے رکھتا ہے وہ
پھر وہ ڈالے گا دوزخ میں کیسے ہمیں کون بچّہ ہے جو ماں کو پیارا نہیں

مَیں گنُاہگار ہوں بات معقول ہے اس پہ دوزخ ملے یہ میری بھول ہے
اس میں شان رحیمی کی توہین ہے شان رحمت کو ایسا گوارا نہیں

بندگی میں کیا کس کی رحمت تھی وہ جرم و عصیاں کیا کس کی طاقت تھی وہ
اک گنہ ہی سہی مجھکو بتلا تو دے جس میں قدرت کا تیری اِشارا نہیں

سامنے آئیے شکل دکھلائیے حسُن کی کچھ تو خیرات دے جائیے
دیکھئیے لگ نہ جائے کسی کی نظر حسُن کا تم نے صدقہ اُتارا نہیں

اہل نسبت ہوں زاہد مجھے غم نہیں حشر میں اک نہ اک آسرا ہے مجھے
تیرا کیا حال ہوگا ذرا سوچ لے سر چھپانے بھی تجھکو سہارا نہیں

دوستو دامنِ مصطفیٰ تھام لو رَب سے ملنے کا ہے اک یہی راستہ
کیونکہ مِعراج میں حق نے خود کہہ دیا جو تمہارا نہیں وہ ہمارا نہیں

اس طرف حسُن پر اپنے مغرور وہ اس طرف مستئ عِشق میں چوُر میں
آج رضواںؔ محبّت کے میدان میں وہ بھی جیتے نہیں میں بھی ہارا نہیں

ان کا حلیہ ان کا جلوہ اور ہے
میری صورت میرا نقشہ اور ہے

مظہرِ حق کون ہے بتلائیے
ایسی منطق کا خلاصہ اور ہے

کلمۂ طیب میں نکتہ ہی نہیں
سارے نکتوں میں یہ نکتہ اور ہے

گنج مخفی میں تھا وہ یا ہے ابھی
کیسے کہدوں یہ معمہ اور ہے

غیر کی صورت میں حق ہے جلوہ گر
غور کر غافل یہ نکتہ اور ہے

سینکڑوں پردے اُٹھا کر کیا کروں
یار جس میں ہے وہ پردہ اور ہے

حکمِ رب تو خوب ہے رضواں مگر
میری مرضی میرا منشاء اور ہے

میرے ساقی کی ہے آٹھوں پہر پیش نظر صورت
یقیں ہے بندگی تکمیل پر پہنچی بہرصورت

اِسی صورت میں پنہاں دیکھئے جلوے خدا کے ہیں
یہ وہ صورت ہے جس کے سامنے ہے مات ہر صورت

کِدھر سجدہ کروں اے ناصحا کچھ تو ذرا سمجھا
وہی صورت نظر آتی ہے میں پھیروں جِدھر صورت

اگر تجھ سے جدا خود کو میں سمجھوں تو دوئی ہوگی
میری وَحدانِیت پر حَرف آئیگا بہر صورت

قیامت آئیگی محشر بپا ہوگا غضب ہوگا
میری جانب سے اپنی پھیر لوگے تم اگر صورت

بہر صورت میں رضواںؔ ہوں اسی صورت کا شیدائی
کہ جس کو پھیر لیں گے دیکھکر شمسؔ و قمر صورت

خود میں اُن کا روپ و نقشہ دیکھکر
کیا سے کیا ہم ہو گئے ... کیا دیکھ کر

کس کو کس کو سجدہ فرمائیں گے آپ
کیا کروگے اس کو ہر جا دیکھکر

کیا نظر آیا کبھی سجدے میں وہ
کیا مِلا آئینہ اَندھا دیکھ کر

دیکھتے کسطرح موسیٰؑ یار کو
دَم نہ مارے نُور جلوہ دیکھ کر

کس سے ملنے عرش پر پہنچے تھے وہ
لوٹ آئے کس کا سایا دیکھ کر

سینکڑوں پردے اُلٹ کر تھک گیا
پردہ دَر پردہ ہی پردہ دیکھ کر

کیا سمجھ میں آگیا رضواںؔ میاں
آج کیوں خاموش ہو گیا دیکھ کر

کرے حمد وثناء اس پاک رب کی آدمی کتنی
کہاں یہ بندہ ناچیز اس کی بندگی کتنی

وہ یا ظاہر ہی رہنا تھا وہ یا باطن ہی رہنا تھا
یہ اس کے ظاہر و باطن سے اُلجھن بڑھ گئی کتنی

میں اُن کا ہوں وہ میرے رحم فرما ہیں یہ سب کچھ ہے
مگر پھر بھی کہوں کیا ان سے ہے شرمندگی کتنی

جو میں کہدوں تو بھی مشکل جو تو کہدوں تو بھی مشکل
یہ میں و تو میں آکر پڑ گئی پیچیدگی کتنی

سنا ہے میری مئے نوشی کے چرچے عرش پر بھی ہیں
ذرا دیکھو کہ لے آئی ہے رنگت میکشی کتنی

دیارِ بندگی میں دم نہ مارو چپ رہو رضواںؔ
ہمارا عشق کتنا اور اپنی بندگی کتنی

وہ یوں آواز دیتا ہے مجھے مجھ سے قریں ہوکر
میرے بندے نہیں کیوں دیکھتا مجھکو یہیں ہوکر

مکان اسکا مکاں ہے لامکاں وہ ہے عدم ملکی
نشانِ بے نشاں ہے وہ ہر اک شئی میں نہیں ہوکر

یقین حق وباطِل سے نتیجہ یہ نِکل آیا
میرے ہونے نہ ہونے کا رہا مجھکو یقیں ہوکر

میں ایسی پردہ پوشی کے نہ کیوں قرباں ہوجاؤں
کہ بے پردہ رہا کرتے ہیں وہ پردہ نشیں ہوکر

اَحد تھا گنج مخفی سے نِکل کر بن گیا احمدؐ
وہی دنیا میں آیا خود ہی خَتمُ المرسَلِینؐ ہوکر

شریعت کو سمجھ پہلے جو پہلا فرض ہے غافِل
یہ کیا نادانیاں ہیں ناسمجھ اک اہل دیں ہوکر

مجھے کیا خوف رضواں میں بھی ان کے زیر داماں ہوں
جو آئے ہیں جہاں میں رَحمتً للعٰلمیں ہوکر

نہ کعبہ نہ دیر و حرم دیکھتے ہیں
جو عاشق ہیں ان کو بہم دیکھتے ہیں

پرستش جو بے لَوث کرتے ہیں ان کی
وہ کب حد دیر و حرم دیکھتے ہیں

جسے عمر بھر تو نے دیکھا نہ زاہد
اسے آنکھ بند کرکے ہم دیکھتے ہیں

نِفی ہو کے ہم جام اثبات پی کر
خدا کو خدا کی قسم دیکھتے ہیں

بلندی پہ وَحدانِیت کی پہنچ کر
ہمارے ہی جلوؤں کو ہم دیکھتے ہیں

بسائے ہیں ہمدم کو ہم اپنے دم میں
ہر اک دم کو ہم تازہ دم دیکھتے ہیں

اگر کوئی پوچھے تو کہہ دینا رضواں
خودی میں خدا کا بھرم دیکھتے ہیں

کوئی کہتا نہیں یہ بات کیا ہے
خدا کیا ہے خدا کی ذات کیا ہے

جو پوچھا ان سے میں ان کا ٹھکانہ
کہے ہنس کر یہ کائینات کیا ہے

کسی کو کیوں حقارت سے میں دیکھوں
نہیں معلوم کس کے ساتھ کیا ہے

عبادت ہو کہ یا ہو جرم و عصیاں
ہے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھ کیا ہے

بجز ان کے نہیں گر کوئی موجود
تو پھر ہنگامہ یہ دن رات کیا ہے

محبت میں نہ سمجھے آج تک ہم
کہ آخر جیت کیا ہے مات کیا ہے

کبھی اک پل تو رضوانؔ مسکرا دو
یہ کیسا غم ہے آخر بات کیا ہے

کس لئے کلمے میں دو شان نظر آتے ہیں
کیا کہیں جسم میں دو جان نظر آتے ہیں

کون اللہ محمدؐ ہیں ہمیں سمجھا دو
جان والے یہاں بے جان نظر آتے ہیں

لَاالٰہ سے یاں اثبات و نفی ہے کس کی
مجھکو اس روپ میں انسان نظر آتے ہیں

یہ ہے کعبہ کہ برہمن کا یہ بُتخانہ ہے
ایک دِل میں کئی اَرمان نظر آتے ہیں

کُفر اور شِرک کا فتویٰ ہمیں دینے والے
ایک دو دن کے یہ سُلطان نظر آتے ہیں

راستے حق و صَداقت کے کٹھن لاکھ سہی
ظرف اعلیٰ ہو تو آسان نظر آتے ہیں

ظاہری عِلم کی چکّر میں نہ آنا رضواںؔ
اس میں سب صاحبِ بوران نظر آتے ہیں

جو اِنسان واقف ہمدم نہیں ہے
وہ اِنساں جانور سے کم نہیں ہے

چراغِ معرفت روشن ہے دِل میں
میرا دِل عرش سے کچھ کم نہیں ہے

کُھلیں گے اس پہ کیاراز نہانی
جو بحرِ معرفت میں ضم نہیں ہے

اُلجھ جاتے ہیں کچھ ایسے بھی بندے
کہ جن کے دِل تو ہیں پر دَم نہیں ہے

ہے جس کے دِل میں روشن مشعلِ عِشق
اسے محشر کا کچھ بھی غم نہیں ہے

وجود حضرت آدمؑ نہ پوچھو
وجود حضرت آدمؑ نہیں ہے

ابھی ایماں کو رضواںؔ پختگی دو
ابھی ایمان مستحکم نہیں ہے

عاشِق اس جا سے بھی کچھ آگے نِکل جاتے ہیں
بالِ جبرئیل جہاں جانے سے جل جاتے ہیں

ایک ہی شئی سے سبھی کا ہے تعلق شاید
غیر کے ذِکر سے اَحباب مچل جاتے ہیں

سینکڑوں جُرم پہ جنَّت کی توقع توبہ
جب کہ اک جُرم پہ جنَّت سے نِکل جاتے ہیں

بولی منصور کی ہو یا کسی مئے نوش کی ہو
بات ہے ایک ہی انداز بدل جاتے ہیں

آپؐ کے نام کی تاثیر یہ اللہ اللہ
ابھی گِرنے نہیں پاتے کہ سنبھل جاتے ہیں

پائے ساقی پہ چلو میکشو سجدہ کرلیں
لاکھ بِدعت ہی سہی دِل تو بہل جاتے ہیں

سب میں اللہ ہے پر سب نہیں اللہ والے
سینکڑوں میں کوئی اک آدھ نکل جاتے ہیں

سُننے والے تیرے عِرفان کے اکثر رضواںؔ
کچھ بہک جاتے ہیں کچھ لوگ سنبھل جاتے ہیں

ہراک صورت میں ہے صورت خدا کی
ہر اک پر کیوں نہ ہو رحمت خدا کی

نہ پوچھو دانہ گندم کی لذّت
مزے کی چیز ہے جنّت خدا کی

خدا کا دمبدم دم بھرنے والو
بتاؤ کیسی ہے حالت خدا کی

خود اپنی حرکتوں کا جائزہ لے
سمجھ میں آئیگی قدرت خدا کی

ازل سے ہے عیاں جلوے خدا کے
کہاں سے آئی خلقت خدا کی

خدا کی لے کے صورت کیا کروگے
ذرا پیدا کرو سیرت خدا کی

یہ دُنیا راس کب آئیگی رضواں
نہ آئی راس جب جنت خدا کی

تو شِرک سمجھ زاہد میں شِرک ہی کرتا ہوں
تصویر بُتاں بن کر تصویر پہ مرتا ہوں

میخانہ وحدت میں رکھا ہوں قدم جب سے
صد شُکر حقیقت کے سانچے میں اُترتا ہوں

دیکھو تجسس کی پرواز کہاں تک ہے
جس جا نہ ملک پہنچے اس جا سے گذرتا ہوں

ملعُون وملائک بھی رہ جاتے ہیں منہ تکتے
تحقیق میں میں ایسی راہوں سے گذرتا ہوں

اللہ کی مرضی میں شامل ہے میری مرضی
جو کچھ کہ وہ چاہتا ہے میں بھی وہی کرتا ہوں

جس عِشق نے بخشا ہے مِعراج خدادانی
اس عِشق میں جیتا ہوں اس عِشق میں مرتا ہوں

اولاد ہوں آدمؑ کی رکھتا ہوں خبر دم کی
رضواں میں اسی دم میں چڑھتا اُترتا ہوں

اللہ والے سے یہ روایت ہے
غیب والے کا ذکر غیبت ہے

ہے وہ حاضر تو غیب کیا معنی
بے ادب جَہل ہے جَہالت ہے

بِدعتی جو ہیں اُن کو سمجھا دو
خود پرستی ہی ترک بِدعت ہے

ذرّے ذرّے میں ان کی روپوشی
بات باریک ہے نزاکت ہے

مالک خیر و شر تو ہم ٹھہرے
سچ بتاؤ یہ کس کی قدرت ہے

جستجو • خود کی فِکر خود کی ہو
ہاں یہی افضلُ العِبادَتْ ہے

یادِ خود کی حیات ہے رضواں
موت ہے آپ سے جو غفلت ہے

مجھکو کہتے ہیں رند بلاکش اک سمندر ہوں میں تِشنگی کا
دیر و کعبہ میں جاکر تو دیکھو تذکرہ ہے میری میکشی کا

بادہ خانے کاہوں میں پجاری عمر ساری یہیں پہ گذاری
میکشی بن گئی ہے عِبادت رات دِن شغل ہے میکشی کا

پائے ساقی پہ سرخم کردوں گا بندگی کا مزا آج لوں گا
مجھ پہ جو فرض ہے وہ کروں گا حق ادا ہو نہ ہو بندگی کا

ساقیا گر ارادہ ہے تیرا دیکھنا ہے اگر ظرف میرا
جام میں گھول دے میکدے کو دیکھ لے ظرف پھر میکشی کا

میں بُرا ہوں کہ یا میں بَھلا ہوں جیسا بھی ہوں میں اپنی جگہ ہوں
کیوں جہاں آج مجھ پر خفا ہے کیا بگاڑا ہے میں نے کسی کا

روزِ محشر میری بیکسی کی لاج رکھ لے گی نِسبت کسی کی
خوفِ محشر مجھے ہو تو کیوں ہو میں نے تھاما ہے دامن کسی کا

کون رند بلاکش مرا ہے میکدہ سونا سونا پڑا ہے
چل بسا آج رضوانِ میکش لطف جاتا رہا میکشی کا

وہی تم ہو تمہارے ذکر سے مُردے بھی جاگے ہے
وہی ہم ہیں ہمارے نام سے شیطان بھاگے ہے

رسائی مومنوں کی عرش تک محدود ہے زاہد
رسائی میکشوں کی دو قدم اس سے بھی آگے ہے

ہمارا ظرف کہئیے یا ہماری سادگی کہئیے
کہ ہم جنّت کے بدلے مالکِ جنّت کو مانگے ہے

کہاں کی جُستجو کیسی عِبادت تذکرہ کس کا
ہمیں تو خود سے ملنے کی فقط اک فکر لاگے ہے

کل ہی کا ذکر ہے رو روکہ زاہد کا یہ کہنا تھا
تمہارے میکدے میں آنے سے تقدیر جاگے ہے

میں رضواںؔ کسطرح بندہ کہوں اس پاک ہستی کا
قسم اللہ کی وہ تو ہمیں اللہ لاگے ہے

میرے جذبات سے کھیل مت ناصحا کچھ کہوں گا تو دِل تیرا جل جائیگا
نامکمل ابھی تیرا ایمان ہے یہ بھی ایمان دِل سے نکل جائے گا

میری خاموشیوں پر نہ تنقید کر میں زمانے کو کردوں گا زیروزبر
تیشہ لا سے اپنے جو میں کام لوں دل زمانے کا اک دم دہل جائیگا

لاکھ مجھ پر زمانہ کرے بھی سِتم بات حق کی کہوں گا خدا کی قسم
کہ مقولہ یہ دنیا میں مشہور ہے رَسی جل جائیگی پر نہ بل جائیگا

یعنی ہر سانس پر دِھیان رکھ بے خبر آمدوشد ہے کس کی ذرا غور کر
قیمتی وقت ہے وقت کی قدر کر ورنہ پچھتائے گا وقت ٹل جائیگا

ہے تو آدم تو لے اپنے دم کی خبر کون ہمدم تیرے دم میں ہے جلوہ گر
تن میں جب تک ہے دَم دَم کی تحقیق کر کیا خبر ہے کہ دم کب نِکل جائیگا

یار کے ذکر سے جس کا دِل شاد ہے دونوں عالم میں بے شک وہ آباد ہے
اس کی ہر اک خوشی پوری ہوجائیگی اس کا ہر غم خوشی میں بدل جائیگا

آپؐ ہی کا تصور ہر اک آن ہے میرا رضوان یہی ایک ایمان ہے
یہ تصور ہی محشر میں کام آئے گا جو برا وقت آئیگا ٹل جائیگا

نِکلا تلاش خیر میں مجھکو تو شر مِلا
حق کی مجھے تلاش تھی دیکھو بشر مِلا

میں اس کی دوش پر وہ کبھی میری دوش پر
لذّت ملی سکون ملا ہمسفر مِلا

اپنا مقام کیوں نہ فرشتوں سے خوب ہو
ان کو تو صرف خیر ہمیں خیر و شر ملا

بھٹکے رہے سنبھلنے نہ پائے نکل گئے
جا جا کے گھر ملا تو تماشے کا گھر مِلا

مجھکو ہے اک زمانے سے ابلیس کی تلاش
میرا سلام کہنا کہیں وہ اگر مِلا

غم ہو کہ یا خوشی ہو عمل ہو کہ عِلم ہو
تھا جس کا جتنا ظرف اسے اس قدر مِلا

رضواں کی تھی تلاش زمانے سے فرش پر
بچارہ وہ ملا تو ہمیں عرش پر مِلا

پائے ساقی پہ سر خم یہ کیا ہو گیا دونوں عالم میں محشر بپا ہو گیا
لوگ کافر کہیں یا کہ مُشرک مجھے میں کیوں گا کہ اک حق ادا ہو گیا

ان کی نظر کرم کا یہ اعجاز ہے کوئی کیسے کہے راز ہی راز ہے
ان کی جس وقت مجھ پر نظر پڑ گئی غم جو تھا دو جہاں کا ہوا ہو گیا

کھا کے کہتا ہوں وحدانیت کی قسم خود تماشائی بھی ہم تماشہ بھی ہم
چھوڑ کر خود کو اب کس کی پوجا کریں ائے حرم کے مکیں تجھکو کیا ہو گیا

عاشقوں کا عجب تیرے دستور ہے کوئی مجبُور ہے کوئی منصُور ہے
کوئی دیر و حرم کا پجاری بنا کوئی تو اپنے خود پر فدا ہو گیا

کیوں نہ ہم بھی ہوئے اِنتخاب نظر کیوں نہ ہم پر چلی تیری تیر نظر
ایسی کیسی ہوئی بھُول ائے ساقیا ایسا کیسا نِشانہ خطا ہو گیا

کیا بتاؤں کہ نِسبت سے کیا پا لیا ہاتھ اللہ والے کا ہاتھ آگیا
حشر میں سر چھُپانے جگہ ہو گئی اور دنیا میں بھی کیا سے کیا ہو گیا

کُفر اور شِرک کے مجھکو فتوے نہ دو بات سچ ہے حقیقت ہے رضواںؔ سنو
مشغلہ جس ذکر خدا بن گیا رفتہ رفتہ وہ بندہ خدا ہو گیا

کوئی ہے میرے ساتھ نہ میں ہوں کسی کے ساتھ
بہلا رہا ہوں دِل کو اَزل سے خودی کے ساتھ

سجدے میں سر ہے دِل ہے لَہو اور لُعاب میں
ناداں یہ کیا مذاق ہے اب بندگی کے ساتھ

بندے خدا کے رکھتے ہیں اتنا خدا سے ربط
جوں ایک اجنبی کو ہو اک اجنبی کے ساتھ

یہ جان کر ہی مَن عَرف نَفسَہ کہے
محشر کے روز کوئی نہ ہوگا کسی کے ساتھ

نِسبت غلط ہے کس بَد و بدکار نے کہا
ہے ربط ہر کسی کو کسی سے کسی کے ساتھ

جو کچھ ہے حق ہے حق کی نفی کس طرح کریں
ہم کھیلتے نہیں کبھی ایسی نفی کے ساتھ

رضواںؔ خودی سے شانِ خدا کا ظہور ہے
ہوگی نفی خدا کی خودی کی نفی کے ساتھ

میں ہوں رِند میرا ساقی ہے اِمام میکدے میں
نہ ہو کیوں نماز میری صبح وشام میکدے میں

مجھے مت سُنا انے واعظ یہ حرم کی لَن تَرانی
میں تو روز سُن رہا ہوں یہ پیام میکدے میں

جب اُٹھایا جام میں نے تو ندا یہ دِل سے آئی
کریں دید بِن عبادت ہے حرام میکدے میں

اسی وجہ میکدے کا میں طواف کر رہا ہوں
میری بندگی کا مقصد ہے تمام میکدے میں

میں خدائے جام بن کر رہا میکدے میں برسوں
میرا ذکر کر رہا ہے ہراک جام میکدے میں

انے خدا تیری خدائی میرے جام میں سمودے
تیری بندگی کیا ہوں میں مُدام میکدے میں

میں مَروں تو مجھکو ساقی مئے ناب سے دھلانا
میری لاش دفن کرنا سرِ شام میکدے میں

میری میکشی نے رضواںؔ نئی زندگی عطا کی
جو بگڑ گئے حرم میں بنے کام میکدے میں

یہ تو بتا کہ تجھکو خدا ہو کے... کیا ملا

تحقیق مَن عَرف سے نہ پوچھو کہ کیا مِلا
رستہ مجازیت کا حقیقت سے جا مِلا

تاریک لامکاں ہوا لَا کے وجود سے
آئی مکاں میں روشنی ... جب لَا سے لَا مِلا

پہنچا جو عِشق حَد مراتب کو توڑ کر
خود حسُن اپنے آپ سے باہر ہوا ... مِلا

یہ عِشق ... یہ خُلوص و محبّت نہ پوچھیئے
میں اس سے جا مِلا وہ کبھی ... مجھ سے آملا

چکر لگائے دیر و حرم کے تمام عمر
زاہد و برہمن ہی سے پوچھو کہ کیا مِلا

سجّدہ ہوا اگرچہ کہ آدمؑ کو ائے خدا
یہ تو بتا کہ تجھکو خدا ہو کے ... کیا مِلا

رضواںؔ یہ اپنے اپنے مقدّر کی بات ہے
گنجِ خفی کا راز ... یہ جِس کو مِلا مِلا

فقط کُن سے دوعالم کو بنا کے
چھپایا راز اِک پردے میں لا کے

تماشہ وحدت و کثرت کا دیکھو
وہی اک ہے اسی کے ہیں یہ خاکے

معمہ حل کرو قالُو بلا کا
پھنسے ہو دام میں قالُو بلا کے

کھلا جب شش نکاتی کا دریچہ
عیاں ہو کر رہے جلوئے خدا کے

دوئی کیسی کہاں کی غیریت ہے
نفی میں میں رہا ... اِثبات پا کے

جو پوچھا ان سے میں رازِ حقیقت
بتائے چُپ کے سے پردے میں لا کے

خدا ہر حال میں ان کا ہوا ہے
ہوئے جو نذر محبوبِ خدا کے

قدم ثابت رہے اک روز رضواں
کھلینگے پھول تیری مدعا کے

عرش پر اِک فرش پر اِک پیر ہو
ایک دم میں دو جہاں کی سَیر ہو

خلق کی خِدمت ہے حق کی بندگی
کم سے کم اِتناتوکارِخیر ہو

فکر ایسی ہوکہ کروٹ لے خودی
ذکرایسا ہوطبیعت سَیر ہو

حضرتِ عاشِق کو سجدّے سے غرض
میکدہ ہو یاحرم ہو دیرہو

یہ سبق توحید کاہے غورکر
کوئی اپنا ہو نہ کوئی غیر ہو

ذکر حق تو خوب ہے رضواں مگر
شرط یہ ہے خاتمہ بالخیرہو

اَنا کی تَن میں شہنائی بَرابر
رہی ان سے شناسَائی بَرابر

زہے قِسمت سمجھ میں آگئے وہ
میرا ایمان تھا ... رائی بَرابر

میری کوشش کا ادنیٰ[1] سا کرشمہ
کہ راحت قلب نے پائی بَرابر

عَبث چکّر کئے دیر و حرم کے
اَزل سے تھا وہ ہرجائی بَرابر

نگاہِ عقل جب پردہ پہ ڈالی
چھپُی صورت نظر آئی بَرابر

قیامت میں ہے اس کا پلّہ بھاری
جو دُنیا میں نہ تھا ... پائی بَرابر

تم اپنے خود کو سمجھو کچھ بھی رضواںؔ
کہینگے لوگ سَودائی بَرابر

کتابِ معرفت کچھ شیخ نے مجھکو پڑھائی ہے
تو یہ ظاہر ہوا اپنی خودی میں ہی خدائی ہے

خلاصہ اپنی ہستی کا کروں کِسطرح میں واعظ
میری ہستی میں میرے یار کی مستی سمائی ہے

میرے ایمان کا ہے آشیانہ ہاوہو ہے پر
چراغِ وَحدت وکثرت کی جس میں روشنائی ہے

پڑی ہیں آب وگِل پر جب صِفاتِ وذات کی کِرنیں
تو اس ناسوتی برزخ میں کہیں جب جان آئی ہے

وجود حضرتِ آدمؑ وجود حق میں ہے مضمر
نمود آدمِ خاکی برنگ حق نمائی ہے

رکھا ہے نام آدم لفظ دم ہے ایک پر معنی
کہ جس میں دَر حقیقت یار کی جلوہ نمائی ہے

مصوّر کی قسم میں اس مصوّر کا پجاری ہوں
کہ جس نے اپنے ہاتھوں سے میری صورت بنائی ہے

یہ اسرارِ نہانی کسطرح ظاہر کروں رضواںؔ
کسی نے مُہر خاموشی میرے لب پر لگائی ہے

تیرا ہر گھڑی تصور تیری یاد ہر گھڑی ہے
یہ ہی میری زندگی ہے یہ ہی میری بندگی ہے

کروں آج فکر منزل مجھے کیا غرض پڑی ہے
کسی شیخ پارسا کی میرے ساتھ رہبری ہے

کیا ان کو میں جو سجدہ تو یہ دل نے خود صدا دی
یہ ہی شان عاشقی ہے یہ ہی جان بندگی ہے

یہ شراب عِشق وہ ہے جسے پی کے جھُوم جائیں
جو نِگاہ ساقیا سے مجھے کچھ عطا ہوئی ہے

مجھے مت سُنائے واعظ یہ حَدیث دیر وکعبہ
میں ہوں بادہ کش بلا کا میرا شغل میکشی ہے

تیری ایک پل بھی فُرقت نہیں اب مجھے گوارہ
میری زندگی ہے تجھ سے تو ہی روحِ زندگی ہے

میں تمہارے در کے ٹکڑوں پہ ہی جی رہا ہوں آقا
یہ تمہارا ہی کرم ہے میری جھولی بھر رہی ہے

مجھے اپنی فکر کیوں ہو میں کسی کا ہو گیا ہوں
کوئی ہو گیا ہے میرا مجھے آج کیا کمی ہے

ابھی اور اس سے بڑھ کر مجھے کیا ملے گا رضواںؔ
یہ ہی خوش نصیبی بس ہے کہ وسیلہ قادری ہے

گر خدا ہوگا تو مخلوق میں رہتا ہوگا
کون کہتا ہے کہ وہ عرش پہ تنہا ہوگا

اتنے ہوں گے وہ حسیں سایہ نہ پڑتا ہوگا
او بدن ہوگا کہ چھاؤں میں پگھلتا ہوگا

کیا کہوں کسطرح اس یار کا حُلیہ ہوگا
یہی صورت یہی خاکہ یہی نقشہ ہوگا

میری مئے نوشی پہ تنقید نہ کرائے واعظ
روزِ محشر مجھے معلوم ہے کیا کیا ہوگا

دیکھکر آج میرے ذوقِ طلب کی پرواز
سجدہ کرنے مجھے شیطان ترستا ہوگا

بند مٹھی کا بھرم کھلنے نہ پائے یارب
ورنہ وہ راز جو دونوں میں ہے افشا ہوگا

تجربے عشق میں کچھ تلخ ہوئے رضواں
ہم بتا سکتے ہیں کیا کرنے سے کیا کیا ہوگا

راز کہنے کی جان رکھتے ہیں
ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

گو ہمارا نِشان نہیں، لیکن
بے نِشاں کا نِشان رکھتے ہیں

ایک چھوٹے سے دِل کے کونے میں
وسعتِ دو جہاں رکھتے ہیں

چھُو کے آتے ہیں عرش کو پَل میں
بادہ کش وہ اُڑان رکھتے ہیں

یوں ہی مسجود چُپ نہیں ٹھہرے
کچھ تو ہم عالی شان رکھتے ہیں

خوب سوداگری ہے رضواںؔ کی
معرفت کی دوکان رکھتے ہیں

کیسے کہدوں کہ تجھ سے چاہ نہیں
اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں

اس سے کیاپوچھیں عِشق کی لذّت
جو تیرے عِشق میں تباہ نہیں

گِن رکھوں کیوں کسی کے عیب و ہُنر
ایسی ناقص میری نِگاہ نہیں

اس نے یہ کہہ کے ضم ہوا دِل میں
اس سے بہتر کوئی پناہ نہیں

کیوں کسی کو پناہ دوں دِل میں
یہ کسی کی تو خوابگاہ نہیں

کل زمانہ تھا کج کُلاہی کا
کجروئی آج ہے کُلاہ نہیں

آپ اپنے کو ڈھونڈھئیے رضواںؔ
حق سے ملنے کی کوئی رَاہ نہیں

شیخ نے کلمہ پڑھایا دل سے دِل قائل ہوا
اِک مُسلماں آج کہلانے کے میں قابل ہوا

زندہ دِل ہے وہ بشر جس دِل میں ہے کلمے کی بُو
جس کے دِل میں یہ نہیں گویا وہ مُردہ دِل ہوا

کہہ رہا تھا مجھ سے کل رُو رُو کے زاہد اِسطرح
عمر بھر سجدے کیا دِن رات لاحاصل ہوا

واعظا مجھ سے تو کلمے کی مسیحائی نہ پوچھو
مُردہ دِل تھا دِل جو برسوں سے وہ زندہ دِل ہوا

ابتداء میں ذات سے کیا چیز برآمد ہوئی
نام کیا رکھا گیا اس کا وہ کس قابل ہوا

بزرگانِ دین کے اَقوال ہیں سچ مان لے
رازِ حق جس نے چھُپا رکھا وہی کامل ہوا

قدرتِ کامل کا ہی انسان رضواںؔ نام ہے
ہائے جو اس راز سے غافل رہا جاہل ہوا

ہے یہ میدان طلب یاں ہر بشر چکّر میں ہے
جان کر چکّر میں ہے ناجان کر چکّر میں ہے

کسطرح سوچیں کہ ہے عرش مُعلّیٰ پر خدا
عرش خود اس کے لئے شام و سحر چکّر میں ہے

کعبتہ اللہ کے کوئی آیا ہے چکّر کاٹ کر
کوئی سجدے میں جُھکا کر اپنا سر چکّر میں ہے

برہمن مندر میں زاہد ہے حرم کے پھیر میں
وہ اُدھر چکّر میں ہے اور یہ اِدھر چکّر میں ہے

وعدہ شہہ رگ کا کہیں دِل کا کہیں دم کا کہیں
بس اسی دُھن میں بشر آٹھوں پہر چکّر میں ہے

ایک ہی صف میں کھڑے ہیں آج محمود و ایاز
بے خبر چکّر میں ہے اور باخبر چکّر میں ہے

کیا فرشتے کیا ملائک اور کیا لوح و قلم
آسماں دوزخ و جنّت بحر و بر چکّر میں ہے

اپنے چکرانے کی میں رضواںؔ حقیقت کیا کہوں
عِلم داں بھی آج مجھکو دیکھکر چکّر میں ہے

ہزار اُن سے تعارف تو غائبانہ تھا
میری حیات کا مقصد فریب کھانا تھا

زمانہ کیسے پہنچتا میری حقیقت کو
میں آگے آگے تھا پیچھے میرے زمانہ تھا

دراصل ان کا تھا مقصد کہ کائینات بنے
عبث یہ دانہ گندم کا اک بہانہ تھا

طلب تھی میری مجھے کیوں اُٹھا دیا ساقی
یقیں نہ تھا تو میرا ظرف آزمانہ تھا

نہ کرتا فِکر میں خود کی تو اور کیا کرتا
خیال غیر میرے حق میں تازیانہ تھا

کوئی نظر سے گِراتا کہاں مجھے رضواں
کسی حسیں کی نظر میں میرا ٹھکانہ تھا

کسی سے عہدِ ورب کا جب خلاصہ کر لیا میں نے
تو خود مارے حیا کے خود سے پردہ کر لیا میں نے

نفی کر کے خودی کی پہن کر اِثبات کا جامہ
وجودِ لا کو خود اپنے اِلٰہ کر لیا میں نے

کوئی ہستی نہیں تھی میری ہستی کے مُقابل میں
اِسی باعث خود اپنے ہی کو سجدہ کر لیا میں نے

ذرا کچھ تو میرے اس حوصلے کی داد دے ظالم
نفس کو مُردہ کر کے دِل کو زندہ کر لیا میں نے

بسا کر اپنے ہمدّم کو میں دم کی آمد و شد میں
قسم ہمدّم کی ہر اک دم کو تازہ کر لیا میں نے

میری مئے نوشیوں پر کُفر کے فتوے نہ دے واعظ
خودی کی لاج رکھنی تھی جو ایسا کر لیا میں نے

چلو اچھا ہوا نِسبت کسی سے ہو گئی رضواںؔ
خدا سے ملنے کی اک راہ پیدا کر لیا میں نے

مذکر طالب مولیٰ ہی میخانے میں آتے ہیں
مونث طالب عقبیٰ ہیں بہکانے میں آتے ہیں

جو اس میخانے کے میخوار ہیں ہنس ہنس کے کہتے ہیں
نظر بخشش کے کچھ آثار پیمانے میں آتے ہیں

نہ کچھ پڑھنے سے آتے ہیں نہ کچھ آتے ہیں سننے سے
حقیقت کے مزے خود کے سمجھ جانے میں آتے ہیں

مزا توحید کا لیتے ہیں ہم کثرت کی ہل چل میں
وہ ناداں ہیں جو آبادی سے ویرانے میں آتے ہیں

خدا تو عرش پر ہے عرش خود ہے فرش پر غافل
یہ وہ نکتے ہیں جو مرشد کے سمجھانے میں آتے ہیں

کبھی وہ ہم سے چُھپتے ہیں کبھی ہم ان سے چُھپتے ہیں
کہ ایسے مشغلے بھی دِل کے بہلانے میں آتے ہیں

سِتم جور و جفا دکھ درد ہیں سب عِشق کے تحفے
جو عاشِق خاص ہیں یہ ان کے نذرانے میں آتے ہیں

ہمارے میکدے کی مئے میں وہ تاثیر ہے رضواں
نمازی بھی سکوں پانے کو میخانے میں آتے ہیں

جہاں جنّت پہ مرتی ہے تو جنّت ہم پہ مرتی ہے
کئی دوزخ سے ڈرتے ہیں تو دوزخ ہم سے ڈرتی ہے

نہ دِل قابو میں رہتا ہے نہ ہم اپنے میں رہتے ہیں
ہماری فکر انحد لا مکاں سے جب گذرتی ہے

جہاں بھی ہو نظر اک پَل میں ان کو بھانپ لیتی ہے
نظر والے کا صدقہ ہے نظر وہ کام کرتی ہے

جو آنے والے ہیں آنے دو قسمت آزمانے دو
طریقت کا یہ میخانہ ہے یاں رِندوں کی بھرتی ہے

کہاں وہ عرش کی عظمت کہاں قِسمت فرشتوں کی
ہزاروں عرش سے افضل ہماری پاک دھرتی ہے

خدا رکھے محبّت کو ہماری حشر تک رضواں
تڑپتی ہے مچلتی ہے نہ جیتی ہے نہ مرتی ہے

آپ بھی کتنے بھولے بھالے ہیں
خود کی صورت میں سب کو ڈھالے ہیں

پوچھا میں آپ کے تعلق سے
عارفوں کی زباں پہ تالے ہیں

کرلے برباد یا سنبھال کے رکھ
جان و دل سب تیرے حوالے ہیں

آنکھ رکھتے ہوئے بھی اندھے ہیں
ہائے ہم کیسی آنکھ والے ہیں

ذکر بِن جانِ جاں سے ملنے کی
ہم نئی راہ اِک نکالے ہیں

جب نہ کچھ بَن پڑی تو واعظ نے
آج کی بات کل پہ ڈالے ہیں

بول رضوانؔ ہیں تیرے پیچیدہ
جسطرح مکڑیوں کے جَالے ہیں

جب میری دید کی اس کو خواہش ہوئی عرش سے فرش پر مجھکو لاناپڑا
بات اتنی سی تھی عِشق بے تاب تھا اس لئے سارا عالم بناناپڑا

جب یہ عالم نہ تھا جلوہ گر کون تھا اب یہ عالم ہے تو جلوہ گر کون ہے
ب کا عالم تھا کیا اب کا عالم ہے کیا کچھ بتاناپڑا کچھ چھُپاناپڑا

احد آحمد بنا حسن کی دھوپ میں بن کے آدم محمدؐ کے ہر روپ میں
جس طرف دیکھئے نور ہی نور ہے کس کو آناپڑا کس کو جاناپڑا

ناصحا جلوہ گر کون ہے جان لے نحن اقرب کے معنی کو پہچان لے
میں پنا بھی غلط تو پنا بھی غلط ایسی تکرار سے باز آناپڑا

ہاں یہ سچ ہے کہ ہر شئے میں ہے وہ نہاں ہے وہ شعبدہ گر کیا ملیگا نشاں
پھر بھی کچھ قلب کی تِشنگی کے لئے خود کو کھونا پڑا خود کو پاناپڑا

اب تصور میں اپنے کہاں غیر ہے شر ہوا لاپتہ خیر ہی خیر ہے
اپنا ظاہر ہی باطن کو سجدہ کیا اس لئے سَر کو اپنے جھُکاناپڑا

کیسے کہدوں نہیں کوئی میرے سوا کیا سمجھکر کہوں جلوہ گر ہے خدا
دونوں عِلّت سے رضواںؔ مُبَرّہ ہے وہ ایسی عِلّت سے دَامن بچاناپڑا

کہا کس نے خدا ہے میں نہیں ہوں
صداقت اس کی کیا ہے میں نہیں ہوں

میرا ہونا تو ہے قرآں سے ثابت
یہ کس نے کہدیا ہے میں نہیں ہوں

کسی بھی حافظ قرآں سے پوچھو
کہاں لکھا ہوا ہے میں نہیں ہوں

گذارش ہے میری اہلِ نظر سے
کریں ثابت خدا ہے میں نہیں ہوں

ذرا ثابت مجھے کر کے دکھادو
خدا جلوہ نما ہے میں نہیں ہوں

خدا ہونے کا دعویٰ ہے خدا کو
خدا نے کب کہا ہے میں نہیں ہوں

خدا مجھ میں فنا ہو کر کہا یوں
فنا میری بقا ہے میں نہیں ہوں

لغت میں میں کے معنیٰ ہیں خدا کے
تو پھر یہ کب روا ہے میں نہیں ہوں

وہ شئی جس کی نفی لا کر رہا ہے
وہ کوئی دوسرا ہے میں نہیں ہوں

وہی تو عقل کا اندھا ہے رضواںؔ
جو رہ کر کہہ رہا ہے میں نہیں ہوں

ہمیں بتلائیے صاحب ذرا رازِ نہاں کیا ہے
عَدم کہتے ہیں کِسکو لاَ مکاں کیا ہے مَکاں کیا ہے

کہاں ہے گنج مخفی کون ہے اس میں بتا زاہد
خُفی کے کیا ہیں معنی راز کیا ہے رازداں کیا ہے

معمہ عرش کا یارب میں کس بندے سے جا پوچھوں
کسے کہتے ہیں شہ رگ نفس کیا ہے جِسم وجاں کیا ہے

کہوں گر قُل ھُوَاللہ اَحَد توحید ناقص ہے
تصوف کی بُلندی سے ذرا دیکھو کہاں کیا ہے

بتاؤ روح میں اور نفس میں ہے فاصلہ کِتنا
سمجھ کیا چیز ہے اور عقل کیا وہم وگُماں کیا ہے

شبِ معراج کی کچھ تو حقیقت کر بیاں زاہد
بس اتنا فاصلہ تھا دو کمانوں کا کماں کیا ہے

تھا بستر گرم اور زنجیر ہلتی ہی رہی رضواںؔ
ذرا سرکارؐ سے پوچھو یہ انداز بیاں کیا ہے

اپنی خودی کو جان رے تجھے پیا ملینگے
پیا کا ہے فرمان رے تجھے پیا ملینگے
مندر مسجد جاکر آنا .. جاکر آکر دل بہلانا
پھر بھی نہ پائے اس کا ٹھکانہ ، ہائے رے قسمت ہائے زمانہ

بات گرو کی مان رے ... تجھے پیا ملینگے

دیروحرم میں عمر گذاری ... ایک نمازی ایک پجاری
پھر بھی نہ آئی ان کی سواری ... ہائے تونگر ہائے بھکاری

پڑھ کے سمجھ قرآن رے ... تجھے پیا ملینگے

ایک حقیقی شان ہے تجھ میں .. دنیا کاسامان ہے تجھ میں
گیتا اور قرآن ہے تجھ میں ... اللہ نبی شیطان ہے تجھ میں

سوچ سمجھکر جان رے ... تجھے پیا ملینگے

بات پتہ کی سن اے ناداں ... پھرتا ہے کیوں حیراں حیراں
ہوگا قیامت میں تو پشیماں ... سانچے گرو کا تھام لے داماں

پھر ہوجا انجان رے ... تجھے پیا ملینگے

بھولی بھالی سانس ہے رضواںؔ .. سانس میں نکتہ خاص ہے رضواںؔ
پیا ملن کی آس ہے رضواں ... ورنہ سب بکواس ہے رضواںؔ

سانس کو پہلے جان رے ... تجھے پیا ملینگے

شہادت ... اور بن دیکھے شہادت کون مانے گا

تجسّس اِس کی کیسی جو ہراک شئے میں سمایا ہے
تصور اس کا کیسا جس کی صورت ہے نہ سایہ ہے

مکان لامکاں ہے وہ نِشان بے نِشاں ہے وہ
زبان بے زبان ہے وہ جو سمجھا ہے وہ پایا ہے

بہت کوشش سمجھنے کی کیا لیکن نہیں سمجھا
بذاتِ خود میں آیا ہوں یا کوئی مجھکو لایا ہے

رہا علِمُ الیَقِینْ جب تک بھٹکتا پھر رہا تھا میں
ہوا عَینُ الیَقِینْ جب خود پہ ہی ایمان آیا ہے

شہادت ... اور بِن دیکھے شہادت کون مانے گا
عبادت میں کسے تو دیکھکر انگلی اٹھایا ہے

سراپا ذکر ہوں مذکور ہوں میں خود ہی ذاکر ہوں
پڑھانے والے نے ایسا سبق مجھکو پڑھایا ہے

میرے عرفان کی یہ مختصر تعریف ہے رضواںؔ
ہوا کافر مسلماں جو میری صحبت میں آیا ہے

از ... سیّد عزیز الدین رضواںؔ، لالہ گوڑہ سکندرآباد

نہ تو بندہ ہوں نہ خدا ہوں میں
کون جانے کہ کیا بلا ہوں میں

خود کی تہ کو میں خود پہنچ نہ سکا
ایسا پیچیدہ راستہ ہوں میں

بے نشاں ہی نشان ہے میرا
ہو کے بھی ایسا گمشدہ ہوں میں

سب خدا کیا ہے سوچتے ہوں گے
بندہ کیا ہے یہ سوچتا ہوں میں

کون ہوں کیا ہوں بس اسی دھن میں
سارا میخانہ پی گیا ہوں میں

آپ اپنے کو آپ ہی رضواںؔ
آپ اپنے میں ڈھونڈھتا ہوں میں

ہاں میں پیتا ضرور پیتا ہوں
رکھ کے اِتنا شعور پیتا ہوں

جو ٹپکتی ہے چشم سَاقی سے
وہ شراب طہور پیتا ہوں

جس کی اِک مَوج سے بنی دنیا
میں وہ دریائے نُور پیتا ہوں

میں نہ پیتا تو تھا قصور میرا
جانتا ہوں قصور پیتا ہوں

کیا زمانہ میرا بِگاڑے گا
میں جو پیش حضور پیتا ہوں

دین و دنیا کے مرحلے رضواںؔ
کر کے سب کو عبُور پیتا ہوں

اگر ہے عِشق تو آواز دے پکار مجھے
نہیں تو آج ہی لوٹا دے میرا پیار مجھے

بھٹک نہ جائے کہیں عِشق بَن کے آوارہ
لگا ٹھکانے کہیں ائے خیال یار مجھے

میں وہ نہیں کہ بہک جاؤں ایک ساغر سے
پلا کے دیکھ لے سَاقی ہزار بار مجھے

نہ ہوتی گر تیری رحمت نہ کرتا میں عصیاں
نہ کہتی آج یہ دنیا گناہگار مجھے

میں کھا کے کہتا ہوں تیری ہی رحمتوں کی قسم
بنایا ہے تیری رحمت نے گنہگار مجھے

اگر یہ سچ ہے کہ نور بہار ہے مجھ سے
تو لازمی ہے کہ سجدہ کرے بہار مجھے

یہ کہہ کے ٹال دیا میں نے موت کو رضواں
وہ آنے والے ہیں کرنا ہے انتظار مجھے

بتاؤں گا میں کیا ہوں کیا نہیں ہوں
ابھی تو خود کو میں سمجھا نہیں ہوں

سمجھ میں کچھ نہیں آتا الٰہی
میں ہوں موجود آخر یا نہیں ہوں

خودی مجھکو پرکھ کر رہ گئی ہے
خودی کو میں ابھی پرکھا نہیں ہوں

سراپا بن کے "میں" .. رہتے ہیں خود "وہ"
میں خود جس وقت پر رہتا نہیں ہوں

ہے کیا ہی خوب عالم بے خودی کا
کبھی رہتا کبھی رہتا نہیں ہوں

مجھے کیوں حق سے ناحق کہہ رہے ہو
میں کیا توحید کا نقشہ نہیں ہوں ؟

میری صورت مصوّر کی ہے رضواںؔ
یہ سچ تو ہے مگر ویسا نہیں ہوں

سامنے صورتِ انسان ہے کیا عرض کروں

یہی تسکینِ دل و جان ہے کیا عرض کروں

درد و دُکھ جور و جفا ظلم و ستم رنج والم

یہ میری زیست کا عنوان ہے کیا عرض کروں

مُفلس و مجبور و لاچار و بدکار و بد

بس یہی اک میری پہچان ہے کیا عرض کروں

کچھ ادھوری سی عبادت ہے تو کچھ خدمتِ خلق

عاقبت کا یہی سامان ہے کیا عرض کروں

ایسے کچھ گردشِ دوراں نے دیئے ہیں دھوکے

دل میں حسرت ہے نہ ارمان ہے کیا عرض کروں

پوچھتے کیا ہو کہ رضواؔں کی حقیقت کیا ہے

جان رکھتا ہوا بے جان ہے کیا عرض کروں

نیئے گل کھلائنگے رضواںؔ چمن میں
شریعت کے طوطے طریقت کے بن میں

یہ سُن کر خدا عرش پر فرش پر ہم
لگی آگ ایسی میرے تن بدن میں

خدا جانے لوگوں کو کیا ہوگیا ہے
وطن ڈھونڈتے پھر رہے ہیں وطن میں

ذرا آپ اپنے پہ نظریں جمالو
خدا اپنے جلوے دکھاتا ہے من میں

ہزاروں برس ذکر سے کچھ نہ پائے
کہ شاید عمل کا ہے سورج گہن میں

ذرا خار و گُل کی حقیقت کو سمجھو
ہوی لَا کے صحرا سے آمد چمن میں

خدا لک محمدؐ ہزار ایک آدم
یہ رضواںؔ کُھلا اپنے تن میں

فکر تھی تخلیق کی عالم تھا اک جذبات کا
میں سمجھتا ہوں کہ وہ تھا وقت آدھی رات کا

تھا عجب ٹکراؤ اُس دم نور سے ظلمات کا
بات ویسے کچھ نہ تھی مقصد تھا کائینات کا

بات میں اک بات ہے اک بات میں اثبات ہے
کچھ نہ کچھ مطلب ہوا کرتا ہے ہر اک بات کا

ایک کے اکیس ہونے کی خوشی تھی ہوگئے
یا خدا وندا بتا پتلا ہے یہ کس دھات کا

اُن کو راس آئی نہ جنت ہم کو کب راس آئیگی
سنتے ہیں تھا ابتداء میں وہ محل جِنات کا

خود بخود سر جھک رہا ہے سجدہ ریزی کے لئے
بوجھ اتنا پڑ گیا ہے اُن کے اِحسانات کا

کیوں نہ کرتے خود کی ہم رضواںؔ تلاوت رات و دن
اک خزانہ ہے خودی میں ہی صفات و ذات کا

زمین و آسماں میں جب نہ تھا کچھ بھی پتہ اپنا
مگر تھا ہر فرشتے کی زباں پر تذکرہ اپنا

وہ اپنے آپکو پہچاننے ہم کو کیا پیدا
حقیقت میں وہ انساں کو بنایا آئینہ اپنا

ہمیں محشر کا کھٹکا قبر کا غم ہو تو کیونکر ہو
رسول اللہ اپنے اولیاء اپنے خدا اپنا

نہ ہم ایمان میں کامل نہ ہم کامل عبادت میں
سبحان اللہ پھر بھی چاہتا ہے وہ بھلا اپنا

گلے ملتے ہیں ہم ہنس ہنس کے طوفان و حوادث سے
زمانے نے ابھی دیکھا کہاں ہے حوصلہ اپنا

حقیقت میں خدا کی بندگی آساں نہیں زاہد
دیار عشق میں ہے بارہا کا تجربہ اپنا

قسم نسبت کی اک دن رنگ لائے گی یہی نسبت
کچھ ایسا اولیاء اللہ سے ہے رابطہ اپنا

امانت میں نے لوٹا دی اُسے اقساط پر رضواںؔ
چلو اچھا ہوا بوجھ ہلکا ہوگیا اپنا

جو بھی ہم کو ملتا ہے ملتا ہے وسیلے سے
جو بھی اللہ دیتا ہے دیتا ہے وسیلے سے

مُنکرِ وسیلہ سے اتنا پوچھ کر دیکھو
کیوں خدا نے قرآں کو بھیجا ہے وسیلے سے

روح جب خدا پھونکا خود ہی کھینچ لینا تھا
روح کھینچنے والا کھینچا ہے وسیلے سے

ہاں بنا وسیلے کہ کوی مر نہیں سکتا
دیکھو جینے والا بھی جیتا ہے وسیلے سے

لَم یَلِدۡ وَلَم یُولَدۡ کتنا پیارا نکتہ ہے
جو بھی پیدا ہوتا ہے ہوتا ہے وسیلے سے

ہم میں گر نہ وہ رہتا خلق یہ کہاں رہتی
آج جو بھی زندہ ہے زندہ ہے وسیلے سے

لینے دینے والا بھی لیتا دیتا ہے رضواںؔ
دیتا ہے بیلے سے لیتا ہے وسیلے سے

ذِکر محدود کروگے تو بہل جاؤ گئے

ذکر انحد جو کروگے تو مچل جاؤ گئے

میکشو غور سے سن لو ہے یہ فرمانِ رسول

دامنِ پیر جو چھوڑو گے پھسل جاوگے

حُسن کی دھوپ میں تپتے ہی رہو بس ہے یہی

آتشِ عشق سے کھیلو گے تو جل جاو گے

بادہ خانے میں چلے آؤ بھٹکتے کیوں ہو

ایک دو گھونٹ جو پی لو گے سنبھل جاو گے

شامیانہ جو ہے نسبت کا ر ہو اس کے تلے

اس سے ہٹ جاو گے تو حق سے بدل جاو گے

دامنِ ذکرِ تصوف کو نہ چھوڑو رضواںؔ

ورنہ اللہ کے زُمرے سے نکل جاوگے

اک نور مجسم سے روشن میرا سینہ ہے
کعبہ ہے میرے دل میں آنکھوں میں مدینہ ہے

اس واسطے ہر میکش خود اپنا پجاری ہے
دریائے خودی میں اک نایاب دفینہ ہے

جو صاحب نسبت ہیں اس راز کو لکھ رکھیں
نسبت کی انگوٹھی میں بخشش کا نگینہ ہے

طوفان و حوادث سے گھبرانے سے کیا حاصل
ذکروں کا سمندر ہے فکروں کا سفینہ ہے

قرآں کا بیاں ہے یہ ہم تم ہیں سبھی مردہ
اک رمز سے مرنا ہے اک رمز سے جینا ہے

میخانے کی چوکھٹ پر یہ لکھ دے میرے ساقی
پینا ہے تو جینا ہے جینا ہے تو پینا ہے

رکھ عشق مجازی میں پہلے تُو قدم رضواںؔ
یہ عشق مجازی ہی محبوب کا زینہ ہے

لاکھ ہم ہوں گے گنہگار ہمیں خوف نہیں
ہم حقیقت کا ہیں اظہار ہمیں خوف نہیں

ہاتھ میں صدق کا ہتھیار ہمیں خوف نہیں
سر پہ توحید کی دستار ہمیں خوف نہیں

صدِق و اخلاص ومحبت ہے ہمارا جامہ
آج ہر رند ہے سرشار ہمیں خوف نہیں

اپنا شیوہ نہیں غیروں کی پرستش کرنا
ہم خود اپنے ہیں پرستار ہمیں خوف نہیں

اپنے ایمان کی ٹھنڈک سے بُجھے گی دوزخ
ہوں گے ہم خلد کے حقدار ہمیں خوف نہیں

شرک و بدعت کے کئی بت تھے ہمارے دل میں
سب کو ہم کردیے مسمار ہمیں خوف نہیں

اپنی نیت میں انا کی ہے تجلی ہردم
یہی بخشش کے ہیں آثار ہمیں خوف نہیں

درسِ توحید میں ہمدرد سمجھتے تھے جنہیں
سب کے سب ہوگئے بے کار ہمیں خوف نہیں

ہم خود اپنے کو کیا کرتے ہیں سجدے رضواںؔ
ہم خود اپنے ہیں طلبگار ہمیں خوف نہیں

بندگی تن سے خیر و شر تن سے
کس طرح پھیر لیں نظر تن سے

تن سے ہے کاروبار دنیا و دیں
کون رہتا ہے بے خبر تن سے

مظہر حق سہی پہ حق نہ سہی
معرفت حق کی ہے مگر تن سے

بے خودی ہو کہ یا خودی اے دوست
رہے وابستہ عمر بھر تن سے

کب ہے انساں جانور ہے وہ
منحرف ہو کوئی اگر تن سے

تن میں من من میں نور نور میں حق
ہوگا اظہارِ نور ہر تن سے

حق بنو حق کہو سنو رضواںؔ
غم نہیں ہو جدا جو سر تن سے

کسی نے مجھکو مجھی سے مِلا کے چھوڑ دیا
میرا مقام خودی میں بتا کے چھوڑ دیا

خلاصہ کر کے خودی میں خدا کی قدرت کا
گُمان و وہم کے پردے اُٹھا کے چھوڑ دیا

وگرنہ خاک میں توحید مل گئی ہوتی
خیالِ غیر سے دامن بچا کے چھوڑ دیا

جو پردے عقل پہ تھے غیریت کے چاک کیا
دل و نگاہ کو مومن بنا کے چھوڑ دیا

بجز خودی کے خدا تک نظر نہیں آیا
قسم خدا کی وہ مرکز پہ لا کے چھوڑ دیا

وہ اپنے آپ ہی جلوؤں کو دیکھنے کے لئے
سمجھ میں آ گیا بندے بنا کے چھوڑ دیا

جنابِ حضرتِ رضواںؔ کی دوستی توبہ
حواس و ہوش ٹھکانے لگا کے چھوڑ دیا

کیا ہے شانِ بشرِ پاک سمجھ میں آیا
نکتہ آیت لولاک سمجھ میں آیا

پاک دو بار ہوا پاک سمجھ میں آیا
کس لیے سینہ ہوا چاک سمجھ میں آیا

کیا خدا جب میرے محبوب میں موجود نہ تھا
کیوں اُڑے جانبِ افلاک سمجھ میں آیا

فاصلہ دونوں کمانوں کا نہ سمجھے اب تک
جن کو حاصل ہوا ادراک سمجھ میں آیا

لذتِ دید کبھی لذتِ دیدار کبھی
اللہ والوں کی ہے خوراک سمجھ میں آیا

جب کثافت پہ لطافت کا ہوا ہے غلبہ
جسم نورانی ہے پوشاک سمجھ میں آیا

مجموعہ پنجتن پاک کا انساں خود ہے
ہم میں۔ ہیں پنجتن پاک سمجھ میں آیا

جو بھی ہم سمجھے ہیں قرآن سے سمجھے رضواںؔ
اس سے ہٹ کر ہمیں کیا خاک سمجھ میں آیا

خدا کو یاد کرنے سے خدا بندہ نہیں ہوتا
شکر کا ذکر کر لینے سے مُنہ میٹھا نہیں ہوتا

جو مُکا ہے وہ بندہ ہے جو بندہ ہے وہ اندھا ہے
خدا مُکا نہیں ہوتا خدا اندھا نہیں ہوتا

سبب سجدہ نہ کرنے کا جو پوچھا تو کہا اُس نے
اگر کرتا تو میں ہوتا مگر ایسا نہیں ہوتا

کِراماً کاتبیں اعمال لکھتے ہیں تو لکھنے دو
کہ یوں لِکھ لینے سے نقصان کچھ اپنا نہیں ہوتا

جُھکے سر پائے ساقی پر تو اِس کو شِرک مت سمجھو
یہ اک انداز ہے سجدے کا یہ سجدہ نہیں ہوتا

نفی بندے کی کرنے سے نفی اللہ کی ہوگی
اِلٰہ بن کے ہے موجود بندہ لا نہیں ہوتا

مریضِ عشق پر لعنت بھی ہے رحمت بھی ہے رضواںؔ
مریض اُن کا دواؤں سے کبھی اچھا نہیں ہوتا

حق کا ثانی حق ہی ہوتا ہے سمجھ قرآن سے
جانور پیدا نہیں ہوتا کبھی انسان سے

جب وہ ہم سے دور تھے ہم صاحبِ ایمان تھے
وہ قریب آتے گئے اور ہم گئے ایمان سے

ایک شیئ کو ڈھونڈھنے نکلے تھے لاکھوں شیئی ملے
ہوگئی پہچان سب کی اپنی اک پہچان سے

ایسے لوگوں کے دلوں پر خاک کیا ہوگا اثر
سنتے ہیں اک کان سے اور چھوڑتے اک کان سے

پہلے خود کو جاننا مشکل ہے بہت
حق کو پھر پہچاننا آسان ہے آسان سے

ہر بُرائی میں اچھائی ڈھونڈھنا ہی شرط ہے
یہ سبق ہم پا رہے ہیں روز و شب شیطان سے

میزباں ہیں آپ یا مہمان ہیں رضوانؔ میاں
جان لو پہچان لو تحقیق سے عرفان سے

میرے عرفاں پہ ہے ایمان صدقے
تصدق دل فِدا روح جان صدقے

اُسے پہنچاننے سب چھان ڈالا
کہ ایسی چھان پر پہچان صدقے

مرینگے سب تو ہم پردہ کرینگے
ہے کُلُ مَنْ عَلَیُھا فَانْ صدقے

یہی ہے مخزنِ اسرارِ ہستی
خودی پر کیوں نہ ہوں ہر آن صدقے

میرے اعماں پر شیدا خدائی
میرے افعال پر شیطان صدقے

جو اوپر ہے وہی ہے عرش رضواںؔ
کہ ایسے عرش پر رضواںؔ صدقے

جنت ملے ملے نہ ملے اس کا غم نہیں
کوچہ میرے رسول کا جنت سے کم نہیں

وہ سر ہے تن پہ بارِ گراں اُس کو کاٹ دو
جو سر درِ رسول کی چوکھٹ پہ خم نہیں

رستہ جو مَن عَرَف کا ہے کچھ ایسا صاف ہے
بدعت نہیں ہے شرک نہیں پیچ و خم نہیں

ہے جستجو خدا کی تو اہل خدا سے مِل
اہل خدا بھی نور محمدؐ سے کم نہیں

اللہ سے ہے عشق تو وحدت پرست بن
وحدت پرست کے لئے آگے جنم نہیں

غفلت نہ کر خودی کو پرکھ حق کو بھول مت
پھر دیکھ حق تعالیٰ کا کیسے کرم نہیں

رضوانؔ میں کیسے دل میں جگہ دوں ہر ایک کو
دل خانہ خدا ہے کوئی آشرم نہیں

ابتداء کچھ نہیں تھے ہوئے کچھ تو ہم
یہ بھی اُن کا کرم وہ بھی اُن کا کرم

ہم ازل میں تھے بے نام اور بے نشاں یہ خبر ہی نہ تھی تھے تو ہم تھے کہاں
جُرم تھا عرش سے ہم کو پھینکا گیا ہو گئیے فرش پر آ کے نایاب ہم

یہ بھی اُن کا کرم وہ بھی اُن کا کرم

ابتداء میں تھا بحر ظُلمات میں اپنی وحدت و کثرت کے جذبات میں
ذکر جاری تھا اِنّی اَنَا اللہ کا ڈگمگاتے قدم تھم گئے ایک دم

یہ بھی اُن کا کرم وہ بھی اُن کا کرم

ایسا ساقی ملا مُطمئنین کر دیا جس نے ایماں میرا مکمل کیا
آج کل سارے رندوں کا یہ حال ہے جینے کی ہے خوشی نہ تو مرنے کا غم

یہ بھی ان کا کرم وہ بھی اُن کا کرم

جتنے برباد ہم اتنے آباد بھی جتنے ہیں شاد ہم اتنے ناشاد بھی
شاملِ حال اُن کا کرم ہی تو ہے جتنے مجبور ہم اتنے مختار ہم

یہ بھی اُن کا کرم وہ بھی اُن کا کرم

پوچھا شیطان سے کیسا تھا کیسا ہوا کیوں نہ آدم کے ڈھانچے کو سجدہ کیا
وجد میں آ کے مستی میں کہنے لگا اُن کی لعنت کا ہے طوق کا ہے کا غم

یہ بھی اُن کا کرم وہ بھی اُن کا کرم

ہم مَن و تُو کی چکر میں برسوں رہے اُن کے ظلم و ستم ہنستے ہنستے سہے
بعد مدت کے رضواںؔ پتہ چل گیا جستجو جس کی تھی وہ سراپا تھے ہم

یہ بھی اُن کا کرم وہ بھی اُن کا کرم
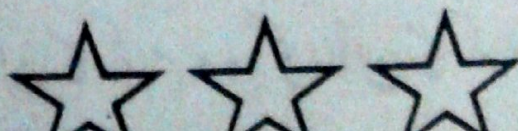
خدا ڈالے گا دوزخ میں ہمیں ایسا نہیں ہوگا
یقیں ہے ہم کو رحمت پر کبھی دھوکہ نہیں ہوگا

نکیر و چُپ رہو تم کون ہوتے پوچھنے والے
اگر ہم ضدِ پہ آجائیں تو پھر اچھا نہیں ہوگا

دکھادے ہم کو دنیا میں خدا یہ ہے نبیؐ یہ ہے
تیرے بندوں میں یارب کیا کوئی ایسا نہیں ہوگا

کیا جب شیخ کو سجدہ تو ہاتف نے کہا مجھ سے
کہ اس سے اعلیٰ کوئی دوسرا سجدہ نہیں ہوگا

نہ جانے ہم ہیں پردے میں کہ یا اللہ پردے میں
جو سمجھا اِس کو پھر اُس کو کبھی دھوکہ نہیں ہوگا

لحد میں ہو کہ برزخ میں قیامت ہو کہ دنیا میں
جو اُن کا چاہنے والا ہے وہ رسوا نہیں ہوگا

نظر ہے محوئے نظارہ خدا کا شکر ہے رضواں
یہاں کا دیکھنے والا وہاں اندھا نہیں ہوگا

سچ ہے سمجھ میں جو نہیں آتا خدا ہے وہ
بندہ بھی تو سمجھ میں نہیں آتا کیا ہے وہ

بندے کی آج تک بھی حقیقت نہ کُھل سکی
بندہ سمجھ میں آ نہ سکا یہ خدا ہے وہ

بندہ سمجھ میں آئے تو آئے سمجھ میں حق
یوں ہی سمجھ میں آئے تو نقلی خدا ہے وہ

کیوں کہ خدا سمجھ میں نہ آیا نہ آئے گا
فرمانِ مُصطفیؐ ہے سمجھ لے خدا ہے وہ

جو خود کو جانتے ہیں ذرا آئیں وہ اِدھر
اک بات اُن سے پوچھ لوں کیسا ہے کیا ہے وہ

عقل و خرد پہ اپنی ہیں پتھر پڑے ہوئے
افسوس ہم سمجھ نہ سکے کیا بلا ہے وہ

رضوانؔ کم از کم اتنا تو پہنچان جایئے
ہم سے ملا ہوا ہے یا ہم سے جدا ہے وہ

نسبت ملی تو دامنِ رحمت میں آ گئے
تھے بے سہارا اُن کی حفاظت میں آ گئے

کس طرح سر چھپانے جگہ ملتی حشر میں
اچھا ہوا کہ وادیٔ نسبت میں آ گئے

بے صورتی کا نام ہے اللہ چُپ رہو
جب ہی تو ہم رسول کی صورت میں آ گئے

اللہ سے جو دُوریاں تھیں ختم ہو گئیں
اللہ والا مل گیا قربت میں آ گئے

شیطان سے پوچھا آپ کدھر آ گئے جناب
ہنس کر کہا کہ یار کی لعنت میں آ گئے

بے قدر تھے ہماری کہیں بھی نہ قدر تھی
اُن کے ہوئے تو قدرت کی قیمت میں آ گئے

رضواںؔ سفر ہمارا عجب ہی سفر رہا
جنت سے نکلے پھر اُسی جنت میں آ گئے

ذکر احد کا ملے دامن ریاضت کے لئے
چاہیے بے عیب کی صورت عبادت کے لئے

ہے جمعہ کا دن یہاں لیکن کہیں ہے اور دن
اک جمعہ کا دن مقرر ہے قیامت کے لئے

باطنی قائم وضو رکھ تا کہ دل ہو ضوفشاں
ہے ضروری یہ عمل خود کی تلاوت کے لئے

ہو اگر قائم عبادت چاہیے دائیم وضو
پاک پانی چاہیے ایسی طہارت کے لئے

مالکِ جنت پہ ہم مرتے ہیں جنت پر نہیں
اور ہوں گے وہ جو مر مٹتے ہیں جنت کے لئے

خاص وہ اپنے لئے پیدا کیا انسان کو
دونوں عالم کو بنایا اپنی قدرت کے لئے

یہ بھی اک تبلیغ ہے رضواںؔ ہماری شاعری
شاعری کرتے نہیں ہم اپنی شہرت کے لئے

سن رہے ہیں حشر میں جب ہم پُکارے جائینگے
جو نہ سمجھے آپ کو بے موت مارے جائینگے

جستجو سے ذکر سے علم و عمل سے فکر سے
ہم جہاں تک ہوسکے خود کو سنوارے جائینگے

دیکھنا جنت میں جب کیسا مزا آجائیگا
سب فرشتے ہم گنہگاروں پہ وارے جائینگے

حشر میں ممکن ہو پھر اک حشر ہوجائے بپا
جبکہ سوّیں نام سے ہم سب پُکارے جائینگے

ابتداء سے وہ ہے اپنے ساتھ اُس کے ساتھ ہم
بے سہارا آئے ہیں نہ بے سہارے جائینگے

چُلبلا پن نفس کا گر خلد میں باقی رہا
ہوگئی لغزش اگر تو پھر اُتارے جائینگے

آجکل جھوٹوں کا ہے بازار رضواںؔ دیکھکر
یاد رکھو سچ اگر بولینگے مارے جائینگے

عالم عیاں نہ ہوتا گر یہ بشر نہ ہوتا
ہوتی کہاں طہارت پانی اگر نہ ہوتا

بن بن کے نور ہم کو ڈھلنا پڑا ہے برسوں
بے نور بن کے رہتے نوری سفر نہ ہوتا

تشدید کی لہر میں ہوتی نہ دید ہرگز
گر بندہ بندگی میں زیر و زبر نہ ہوتا

بندے کی بندگی کو وہ منہ پہ پھینک دیتے
گر اُن کے آستاں سے پیوست سر نہ ہوتا

جنت کی لغزشوں کا ہے یہ کرشمہ ورنہ
دل اُن کا گھر نہ ہوتا تن حق نگر نہ ہوتا

کب ہوتا سب سے اعلیٰ اونچا مقام اپنا
رگ رگ میں گر ہماری اُن کا گذر نہ ہوتا

رضواںؔ بشر کی عظمت رہ جاتی خاک بن کر
پیغمبرِ دوعالم گر وہ بشر نہ ہوتا

سُننے والوں کو ذرا سن کے سمجھنے دیجئے
ہے یہ عرفان کی پھُلکی ذرا چھکنے دیجئے

لاکھ سمجھایا میں زاہد کو سمجھتا ہی نہیں
اُس کی قسمت میں بھٹکنا ہے بھٹکنے دیجئے

مٹھو پیارا یہ طلب کرتا ہے پی کس سے
اپنی نادانی سے رٹتا ہے یہ رٹنے دیجئے

کتنا دم نار جہنم میں ہے ہم دیکھینگے
اور دل کھول کر دوزخ کو دہکنے دیجئے

ہاتھ پر ساقی کے جو جو بھی بکے پاک ہوئے
کوئی بدعت اِسے کہتا ہے تو کہنے دیجئے

امتحاں وہ میرے ایمان کا لیکر یہ کہے
پھل ابھی کچا ہے اس کو ذرا پکنے دیجئے

مُطمئین لاکھ سہی پھر بھی حقیقت رضواںؔ
کانٹا بن کر جو کھٹکتی ہے کھٹکنے دیجئے

سنا ہے حشر کے دن سُرخرو وہ لوگ ہوتے ہیں
جو تارِ نفس میں اذکار کے موتی پروتے ہیں

فنافی الشیخ ہوتے ہیں وہی نسبت کے مکتب میں
جو دریائے تصّوف میں نہا کر پاک ہوتے ہیں

کسی صورت ہمیں پیرِ مُغاں کی لاج رکھنی ہے
ہم اپنے آنسوؤں سے دامنِ عصیاں کو دھوتے ہیں

خدا جانے دلوں پر دل جلوں کے کیا گذرتی ہے
کبھی رو رو کے ہنستے ہیں کبھی ہنس ہنس کے روتے ہیں

یہ سمجھا کر دلِ بے تاب کو تسکین دیتا ہوں
جو کانٹوں پر چلا کرتے ہیں وہ پھولوں پہ سوتے ہیں

شریعت پان ہے کھتہ طریقت معرفت چُونہ
سپاری ہے حقیقت کی تصّوف کے سروتے ہیں

کتابِ معرفت کے بولتے قاعدے میں ہے رضوانؔ
جو اپنے آپ کو پہنچاتے ہیں پاک ہوتے ہیں

پسِ پردہ تھے وہ پہلے مجھے پردہ نظر آیا
اُٹھایا جوں ہی میں پردہ نہ پوچھو کیا نظر آیا

فرشتے پاک دامن تھے بشر کی کیا ضرورت تھی
بشر کا شر اُنہیں شایدؔ بہت اچھا نظر آیا

عمامہ ہے ظُلوماً کا تو شایہ جُھولاً کا
اسی میں احسنِ تقویم کا نکتہ نظر آیا

خدا کے حکم سے بہکانے والے پر یہ لعنت کیوں
وہ کچھ بھی ہو مگر مجھ سے تو وہ اچھا نظر آیا

یہی ہے مختصر تعریف اپنے علم و عرفاں کی
زباں پر کُفر دل پر شرک کا غلبہ نظر آیا

اگر محشر میں وہ پوچھا کہ کیا دیکھا تو کہہ دوں گا
لباس عبد میں تو جیسا تھا ویسا نظر آیا

خدا ہے تخم بندہ ہے شجر اور پھل محمدؐ ہیں
انہی تینوں سے رضواںؔ راز کا پردہ نظر آیا

ایک ہستی سے ہیں سینکڑوں ہستیاں جا بجا دیکھیئے جلوہ گر کون ہے
کس کو خلقت کہیں کس کو خالق کہیں رہنما کون ہے راہبر کون ہے

ہے ازل سے رواں کاروانِ جہاں یہ خبر ہی نہیں جا رہا ہے کہاں
اِس کی کیا ابتداء اِس کی کیا انتہا با خبر کون ہے بے خبر کون ہے

ہر بشر کا تو ایمان ہے غیب پر ہم کو سمجھایئے غیب کیا چیز ہے
میں تو اندھا تھا رہبر بھی اندھے ملے کس کو معلوم اہل نظر کون ہے

جس طرف ہے بشر حق وہیں جلوہ گر حور و جن و ملک کا بشر میں گذر
جتنی خلقت تھی سب چھا گئی فرش پر سب اِدھر ہیں تو آخر اُدھر کون ہے

دفترِ عقل کو کھول کر دیکھئے ہیں خدا اور اللہ کے معنی الگ
ہیں محمدؐ کے معنی بھی سب سے جدا کیا کہوں میں کہ خیر البشر کون ہے

روح اور نفس کی میں تلاشی لیا جتنی بھی کوششیں تھیں وہ سب کر چکا
یہ نہ پوچھو خدا کیلئے دوستو میرے تن میں جو ہے جلوہ گر کون ہے

ذرے ذرے سے اُس کا پتہ ہے مگر لوگ اس کو سمجھنے سے قاصر ہیں کیوں
چپ رہو راز چھیڑو نہ رضواںؔ میاں بس سمجھ لو کہ پیش نظر کون ہے

آسمانوں پر فرشتے ہوں گے لاکھوں سال سے
ہم تو کل کے ہیں مگر واقف ہیں سب کی چال سے

بھول کر بھی سودا مت کرنا کسی دلال سے
فیض کی امید مت رکھنا کسی کنگال سے۔

بل پہ بل اپنا ہی بل سن لے زبان حال سے
فائدہ ہوتا نہیں ہرگز پرائے مال سے

مرد مومن ہے تو رکھ اعمال حسنہ پر نظر
مسئلے ہوتے نہیں حل صرف قیل و قال سے

ڈھونڈتے پھرتے ہیں وہ شام و سحر اوروں کے عیب
باخبر رہتے نہیں جو خود ہی اپنے حال سے

اس قدر اپنے گناہوں سے ہوئے شرمندہ ہم
توبہ توبہ کی نِدا آنے لگی ہر بال سے

خود پہ رکھ ایمان پھر ایمان کی معراج دیکھ
کر یقیں آگاہ خود ہوگا تو اپنے حال سے

ایسی بھی جلدی ہے کیا دیدار کی رضواںؔ میاں
دید ہوگی کام لو کچھ صبر و استقلال سے

حل ہو نہ سکا اب تک مَیں ایسا معمہ ہوں
سب بندے خدا کے ہیں میں بندے کا بندہ ہوں

آعلیٰ ہے فرشتوں سے نایاب میری ہستی
مسجودِ ملائیک ہوں میں قابلِ سجدہ ہوں

دیکھو میری صورت کو سمجھو میری ہستی کو
سب جلوؤں کا جلوہ ہوں سب پردوں کا پردہ ہوں

ہیں زیر و زبر مجھ سے تشدید و جزم مجھ سے
تحریر ہوں پیچیدہ نکتے کا خلاصہ ہوں

ظاہر نہ میرا دیکھو باطن میں مجھے پرکھو
ظاہر میں ہوں اک قطرہ باطن میں تو دریا ہوں

توحید کا جامہ ہے وحدت کا عمامہ ہے
میں خود کا پجاری ہوں میں خود پہ ہی شیدا ہوں

جلوہ میرا زندہ پن پردہ میرا مُردہ پن
سچ پوچھو تو رضواںؔ میں مُردہ ہوں نہ زندہ ہوں

نکل پڑا ہوں کہاں سے یہ کچھ خبر بھی نہیں
سفر میں ہوں مگر اندازہ سفر بھی نہیں

یہ کس مقام پہ لے آئی ہے حیات مجھے
سکون قلب تو کیا راحتِ نظر بھی نہیں

جھکے تو اُٹھ نہ سکے اور اُٹھے تو جھک نہ سکے
اب آستانے کے قابل ہمارا سر بھی نہیں

یقین کس طرح عین الیقین پر آئے
دکھانے والا کوئی صاحب نظر بھی نہیں

بتاؤں کیسے کہاں ہے کہاں نہیں ہے وہ
دلیل اس کی کوئی ایسی مُعتبر بھی نہیں

سُنے گا کون سناؤں میں کس طرح اے دوست
فسانہ غم کا میرے اتنا مختصر بھی نہیں

مسلماں ہو کہ یہ نیت میں جھول کیوں رضواںؔ
جب ہی تو تیری دعاؤں میں کچھ اثر بھی نہیں

چھوٹے کہیں نہ دامنِ توحید ہاتھ سے
کرتا ہوں اُن کا ذکر بڑی احتیاط سے

اللہ بھی شہود میں میں بھی شہود میں
دونوں کا رشتہ جوڑ رہا ہوں حیات سے

لے آئی رنگ جستجو دل مُطمئین ہوا
امید تھی یہی مجھے مولیٰ کی ذات سے

چودہ طبق کی سیر کیئے جارہا ہوں میں
شاید ہے اِن کا ربط میرے نفسیات سے

کس مُنہ سے میں کہوں اُنہیں سایا تھا یا نہ تھا
یہ نکتہ کُھل گیا ہے ہزاروں نکات سے

پیدا کیا ہے کون کِسے کچھ تو غور کر
نادان لَم یَلِدْ کا سبق لے صفات سے

ہے کائنات گویا تصوف کی اک کتاب
ہم درس لے رہے ہیں اِسی کائینات سے

رضواںؔ میں کیسے عرش کی تصویر کھینچ دوں
جانو کہ عرش کا ہے تعلق حیات سے

کیا کہیں جب عُقدۂ دلبر کھلا
یوں لگا جیسے کھنڈر کا در کھلا

جیسے کھلنا تھا نہ ویسے کھل سکا
یوں تو کچھ کچھ راز ہر اک پر کھلا

جلوہ گر ہے کون پڑھ کر دیکھئیے
معرفت کا ہے جہاں دفتر کھلا

مَن عَرَف جس کو نہیں حیوان ہے
ہے یہی اعلانِ پیغمبر کُھلا

اُس کی بے تابی کو کیا سمجھے کوئی
بند وہ اندر رہا باہر کھلا

ہم نہ پہچانے کُھلا باہر تھا وہ
تب اُسے پہچانے جب اندر کُھلا

کون ہے رضواں ہے یہ پہچان لو
صورتِ حق برہنہ پا سر کُھلا

یہ عشق کی آگ ہی ایسی ہے تحریر میں لانا مشکل ہے
دوزخ کو بُجھانا آسان ہے یہ آگ بجھانا مشکل ہے

جو من کے سمندر میں ڈوبا مت پوچھ کے اُس نے کیا پایا
یہ راز ہے ایسا پیچیدہ تفصیل بتانا مشکل ہے

میثاق کا قصہ سن سن کر اس سوچ میں عارف بیٹھا ہے
وعدے کا تو کرنا آساں تھا یاں وعدہ نبھانا مشکل ہے

آنکھوں میں وہی کانوں میں وہی سانسوں میں وہی تن من میں وہی
رگ رگ میں وہی نس نس میں وہی اب اُن کو بھلانا مشکل ہے

اے پیر مُغاں میخانے کی چوکھٹ پہ یہ مصرعہ لکھ دینا
ہے ظرف اگر تو آبیٹھو یاں پی کے بچانا مشکل ہے

قرآن ہزاروں بار پڑھے تفسیر ہزاروں بار سنے
مکتب میں ہمارے کلمے کا آموختہ پڑھانا مشکل ہے

جس در پہ جھکا ہے سر رضواںؔ ہے عرش کا وہ منظر رضواں
اس در کی فضیلت پر رضواںؔ لب اپنے ہلانا مشکل ہے

خلد کی داستاں کچھ نہ پوچھو یہ سنانے کے قابل نہیں ہے
ایک لغزش نے یہ گل کھلائے جو بتانے کے قابل نہیں ہے

یہ فلک کیوں ہے مغزور ایسا ہے زمیں پر بھی اک نور ایسا
سامنے جس کے ہر اک ستارہ جگمگانے کے قابل نہیں ہے

سامنے اب نہ آئے گا شیطاں اپنے افعال پر ہے پشیماں
طوقِ لعنت گلے میں پڑی ہے منہ دکھانے کے قابل نہیں ہے

فوقیت آستاں کی بڑی ہے یا میرے سر کی عظمت بڑی ہے
سر جھکانے کے قابل ہے اپنا یا جھکانے کے قابل نہیں ہے

پہنچے معراج کی شب وہاں پر پر نہ مارے فرشتے جہاں پر
وہ جگہ ہی کچھ ایسی جگہ تھی لب ہلانے کے قابل نہیں ہے

راز جو بھی ہے سینے میں رکھیئے جو بھی کہنے کی ہے بات کہیئے
بات ایسی زباں پر نہ لائیں جو سنانے کے قابل نہیں ہے

اب تو ہو جاؤ خاموش رضواںؔ اُڑ نہ جائے کہیں ہوش رضواںؔ
ختم ہونے لگا جوش رضواںؔ غل مچانے کے قابل نہیں ہے

لَا میں ہے نہ ہے اِلٰہ میں نہ اِلا اللہَ میں
راز اللہ اور محمدؐ کا ہے عبداللہ میں

ہوگیا جب میں فنافی الشیخ کیا باقی رہا
پھر فنا کِس کو کروں گا میں رسول اللہ میں

گر رسول اللہ میں بھی جب فنا ہوجاوں میں
کیا بچا رکھا ہے آگے کو فنافی اللہ میں

آنے والے بے خبر اور جانے والے لاپتہ
کچھ پتہ چلتا نہیں ہے معرفت کی راہ میں

لوگ کہتے ہیں اَنا کا سر کچلنا چاہیے
میں یہ کہتا ہوں اَنا کی بُو ہے بسم اللہ میں

کاش اہل اللہ مل جائیں تو اُن سے پوچھ لوں
فاصلہ کتنا ہے عبداللہ اوراللہ میں

تُو اگر اللہ والا ہے تو رضواں کیا ہوا
یہ تو بچکانا سبق ہے معرفت کی راہ میں

خود سے ہٹ کر کے سب جانکاری غلط
غیر کے عشق میں بے قراری غلط

بُت تراشا خود ہی خود ہی پوجا کیا
ایسی پوجا غلط وہ پجاری غلط

دیکھنا ہے جو اُن کو یہیں دیکھ لے
دید کی حشر تک انتظاری غلط

تم لکھے ہم کیے کیا سزا کیا جزا
سب تمہاری صحیح کچھ ہماری غلط

سُن سنائی ہوائی محل مت بنا
بہتے پانی پہ نقش و نگاری غلط

پوچھا شیطاں سے تُو کیوں نہ سجدہ کیا
ہنس کے بولا کہ یہ جاں نثاری غلط

ذکر کچھ اور ہے تو تصوّر ہے کچھ
صِدق میں ایسی ایمانداری غلط

آئینے خانے میں اک کے لاکھوں ہوئے
شانِ وحدت میں مردُم شماری غلط

عزم و ہمت کے میداں میں رضواںؔ میاں
غمگساری عبث آہ وزاری غلط

نہالِ عشق کو نہ باغباں تراش کے پھینک
ہیں کفر و شرک کی کچھ ڈالیاں تراش کے پھینک

کروں جو غیر کو سجدہ تو سر قلم کر دے
غلط کہوں تو خوشی سے زباں تراش کے پھینک

و سر ہی کیا جو جُھکے آستاں پہ اور اُٹھے
وہ سر ہے ناصحا تن پر گراں تراش کے پھینک

ہمارے جسم کے آعضاء ہیں بندگی میں محو
اگر عضو ہو کوئی رائیگاں تراش کے پھینک

ہر ایک شعر میں تیرا ہی تدکرہ ہے نہاں
یقیں نہ ہو تو میری انگلیاں تراش کے پھینک

اُٹھا کے تیشہ لَا بن اِلٰہ کی صورت
ذرا یہ گیسوئے وہم و گماں تراش کے پھینک

نیا زمانہ ہے اور طرز بندگی بھی نئی
او بُت تراش نیا آستاں تراش کے پھینک

وجود اپنا اک ایسا درخت ہے رضواںؔ
اگر ہوس کی لگیں ٹہنیاں تراش کے پھیک

syed waseem uddin

حصہ اول

سنہ اشاعت

پہلی بار ۱۹۹۲ء۔۱۴۱۲ھ

دوسری بار (طباعت دوم) ۲۰۰۳ء ۱۴۲۴ھ

معہ اضافہ کلام

تعداد اشاعت ۵۰۰

زیر تعاون محمد آصف الرحمٰن

قادری لشطاری چشتی رضوانیہ حیدرآباد

قیمت 70/- روپے

ملنے کا پتہ

سید عزیز الدین شاہ رضوانؔ قادری الچشتی

نابی والمرزائی کوہیری، ریاست نگر، حیدرآباد